حرزِ اعظم

سیف اللہ المسلول معین الحق مولانا شاہ فضلِ رسول قادری بدایونی قدس سرہٗ

ترجمہ وتخریج

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

ومن يعظم شعائر اللّٰہ فانها من تقوی القلوب.

حرزِ معظم

سیف اللہ المسلول معین الحق مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی

ترجمہ و تخریج

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

سلسلۂ مطبوعات (۴۳)

Hirz-E-Muazzam

By : Maulana Shah Fazl-e-Rasool Qadri Budauni

عنوان کتاب	:	حرز معظم
مصنف	:	سیف المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی
ترجمہ وتخریج	:	مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری
طبع قدیم (فارسی)	:	۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء
طبع جدید	:	ستمبر ۲۰۰۹ء/ رمضان ۱۴۳۰ھ
قیمت	:	

رابطے کے لیے

Madrsa Alia Qadria, Maulvi Mohalla,
Budaun-243601 (U.P.) India
Phone : 0091-9358563720

Distributor	*Publisher*
Maktaba Jam-e-Noor 422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6	**Tajul Fahool Academy** Budaun

انتساب

مصنف کے استاذ محترم، والد ماجد اور شیخ طریقت

افضل العبید شاہ عین الحق عبدالمجید قادری برکاتی بدایونی

(ولادت ۱۱۷۷ھ - وصال ۱۲۶۳ھ)

کے نام

اسید الحق قادری

جشن زریں

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

مارچ ۲۰۱۰ء میں تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کے عہد سجادگی کو پچاس سال مکمل ہونے جارہے ہیں، ان پچاس برسوں میں اپنے اکابر کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے رشد و ہدایت، اصلاح وارشاد، وابستگان کی دینی اور روحانی تربیت اور سلسلۂ قادریہ کے فروغ کے لئے آپ کی جدو جہد اور خدمات محتاج بیان نہیں، آپ کے عہد سجادگی میں خانقاہ قادریہ نے تبلیغی، اشاعتی اور تعمیری میدانوں میں نمایاں ترقی کی، مدرسہ قادریہ کی نشاۃ ثانیہ، کتب خانہ قادریہ کی جدید کاری، مدرسہ قادریہ اور خانقاہ قادریہ میں جدید عمارتوں کی تعمیر، یہ سب ایسی نمایاں خدمات ہیں جو خانقاہ قادریہ کی تاریخ کا ایک روشن اور تابناک باب ہیں۔

بعض وابستگان سلسلہ قادریہ نے خواہش ظاہر کی کہ اس موقع پر نہایت تزک واحتشام سے ''پچاس سالہ جشن'' منایا جائے، لیکن صاحبزادۂ گرامی قدر مولانا اسیدالحق محمد عاصم قادری (ولی عہد خانقاہ قادریہ بدایوں) نے فرمایا کہ ''اس جشن کو ہم 'جشن اشاعت' کے طور پر منائیں گے۔ اس موقع پر اکابر خانوادۂ قادریہ اور علماء مدرسہ قادریہ کی پچاس کتابیں جدید آب وتاب اور موجودہ تحقیقی واشاعتی معیار کے مطابق شائع کی جائیں گی، تا کہ یہ 'پچاس سالہ جشن' یادگار بن جائے اور آستانہ قادریہ کی اشاعتی خدمات کی تاریخ میں یہ جشن ایک سنگ میل ثابت ہو''۔ لہٰذا حضور صاحب سجادہ کی اجازت وسرپرستی اور صاحبزادۂ گرامی کی نگرانی میں تاریخ ساز اشاعتی منصوبہ ترتیب دیا گیا اور اللہ کے بھروسے پر کام کا آغاز کر دیا گیا، اس اشاعتی منصوبے کے تحت گزشتہ ۲ سال کے عرصہ میں ۲۷ رکتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، اب تاج الفحول اکیڈمی مزید ۸ رکتابیں منظر عام پر لا رہی ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر ومقتدر سے دعا ہے کہ حضرت صاحب سجادہ (آستانہ قادریہ بدایوں) کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے، آپ کا سایہ ہم وابستگان کے سر پر تادیر قائم رکھے۔ تاج الفحول اکیڈمی کے اس اشاعتی منصوبے کو بحسن وخوبی پایہ تکمیل کو پہنچائے اور ہمیں خدمت دین کا مزید حوصلہ اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبدالقیوم قادری
جنرل سکریٹری تاج الفحول اکیڈمی
خادم خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

حرفِ آغاز

محبوبان خدا اور ان سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کو اولیا، علما اور صلحا نے ہمیشہ احترام و تعظیم کی نگاہ سے دیکھا ہے، انبیاے کرام علیہم السلام کے آثار و تبرکات ہوں یا دیگر اہل اللہ کی نشانیاں قرون اولیٰ سے امت کے اہل صلاح و تقویٰ اور صاحبان علم و فکر ان کی تعظیم و تکریم اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے چلے آ رہے ہیں۔

آثار و تبرکات سے برکت حاصل کرنا خود صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) و تابعین عظام سے ایسی سندوں سے ثابت ہے کہ ان کے انکار کی گنجائش نہیں اور پھر اس خیر امت کے سلف صالحین کا عمل بذات خود ایک بڑی دلیل ہے۔ مگر بعض حضرات کی نظر میں یہ سارے امور شرک یا کم از کم وسیلۂ شرک کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تبرکات و آثار کے بارے میں علما نے فرمایا ہے کہ ان کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جن کو اصلیہ کہا جاتا ہے اور دوسری وہ جو مثالیہ کے نام سے موسوم ہیں، تبرکات اصلیہ میں وہ چیزیں شامل ہیں جن کو براہ راست کسی محترم شخصیت سے نسبت حاصل ہو، جیسے موے مبارک یا لباس وغیرہ، تبرکات مثالیہ وہ چیزیں ہیں جو کسی محترم شخصیت یا ان کے اصلی تبرکات میں سے کسی کے مشابہ اور مثل ہوں۔ پھر علما نے تبرکات مثالیہ کی دو قسمیں کی ہیں مثالیہ صناعیہ اور غیر صناعیہ۔ مثالیہ غیر صناعیہ ایسی چیزیں جو خلقی طور پر تبرکات اصلیہ کے مشابہ ہوں اور مثالیہ صناعیہ وہ چیزیں جن کو تبرکات اصلیہ کی مثل و مشابہ بنایا گیا ہو جیسے حضور پاک ﷺ کی نعلین پاک کا نقش وغیرہ زیر نظر رسالہ میں ان تینوں قسم کے تبرکات پر شرعی دلائل اور آثار سلف کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔

یہ رسالہ حضرت سیف اللہ المسلول نے ۱۲۶۵ھ میں اردو زبان میں تالیف فرمایا تھا، جیسا کہ اس کے تاریخی نام ''حرزِ معظم'' سے ظاہر ہے۔ اسی وقت اس رسالہ کی اشاعت عمل میں آئی اور علما و عوام میں مقبول ہوا۔ چند سال کے بعد حاجی محمد خاں صاحب بہادر کی فرمائش پر مصنف کے صاحبزادے تاج الفحول مولانا عبدالقادر قادری بدایونی نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا، جو ''مجموعہ رسائل وفرائد'' کے نام سے شائع ہوا۔ اس مجموعہ میں حرز معظم کے علاوہ تین رسائل اور ہیں، یہ مجموعہ مطبع کوہ نور لاہور سے ۱۲۷۶ھ/ ۱۸۶۰ء میں شائع ہوا۔

ہمارے پیش نظر رسالہ کا یہی فارسی والا نسخہ ہے جس کو ہم نے اردو کا جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے، رسالہ کو مصنف نے تین فصلوں پر منقسم کیا ہے، پہلی فصل میں تبرکات اصلیہ سے خیر و برکت حاصل کرنے کا بیان ہے، جس کے لیے مصنف نے قرآنی آیات، معتبر تفاسیر، صحیح احادیث اور علما کے اقوال سے استدلال کیا ہے، رسالہ کے زمانۂ تالیف میں جو لوگ تبرکات وآثار کی تعظیم و تکریم اور ان سے خیر و برکت حاصل کرنے کے منکر تھے وہ خاندانی طور پر بھی اور علمی طور پر بھی اپنا شجرہ شاہ ولی اللہ اور ان کے مدرسہ سے جوڑتے تھے، اسی لیے مصنف نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تفسیر فتح العزیز اور ان کے والد مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ملفوظات و مکتوبات سے خاص طور پر حوالے نقل کیے ہیں، اب اگر تبرکات کے سلسلہ میں کوئی فتویٔ شرک و بدعت صادر ہوتا ہے تو اس کی زد میں سب سے پہلے خانوادۂ شاہ ولی اللہ دہلی آتا ہے۔

دوسری فصل میں تبرکات مثالیہ غیر مصنوعہ کے سلسلہ میں بحث کی گئی ہے اور تیسری فصل میں تبرکات مثالیہ مصنوعہ کو معرض بحث میں لایا گیا ہے۔ مصنف کی دیگر تصانیف کی طرح یہ رسالہ بھی اپنے موضوع پر جامع اور مستند ہے۔ رسالہ کو جدید تحقیقی معیار کے مطابق کرنے اور عوام و خواص کے لیے زیادہ سے زیادہ قابل استفادہ بنانے کی یہ ایک حقیر سی کوشش کی ہے، آیات و احادیث اور علما کی عبارتوں کی حتی الامکان تخریج کر دی گئی ہے۔ اس زمانے کے طریقہ تصنیف کے مطابق مصنف نے صرف عربی عبارتیں نقل کرنے پر اکتفا کیا تھا اب ہر عبارت کا سلیس اردو ترجمہ بھی درج کر دیا گیا ہے۔ کتاب کی تخریج میں عزیزم مولانا دلشاد احمد قادری استاذ مدرسہ قادریہ نے بڑا

تعاون کیا ہے۔رب قدیر ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے علم و عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ رب قدیر و مقتدر اس بے بضاعت کی یہ حقیر سی کوشش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اس میں جو غلطیاں اور خامیاں ہوں ان کی پردہ پوشی فرما کر مجھے اصلاح کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

۷/رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ
۲۹/اگست ۲۰۰۹ء

اسید الحق قادری
مدرسہ قادریہ بدایوں



تعارف مصنف

از: علامہ عبدالحکیم شرف قادری (رحمۃ اللہ علیہ)

لاہور، پاکستان

آپ معقول ومنقول کے جامع اور شریعت وطریقت کے شیخ کامل تھے۔عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ خلق خدا کے جسمانی و روحانی امراض کے علاج میں صرف کیا۔ ان گنت افراد آپ سے فیضیاب ہوئے، اس کے علاوہ تحریر وتقریر کے ذریعے مسلک اہل سنت و جماعت کے تحفظ کے لیے قابل قدر کوششیں کیں۔

اس دور میں کچھ لوگ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ''کتاب التوحید'' سے بری طرح متاثر ہو گئے اور شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدست اسرارہم کے مسلک سے منحرف ہوکر فتنۂ نجدیت کو پھیلانے میں بڑے زور وشور سے مصروف ہوگئے۔اس فتنے کے سد باب کے لیے علمائے اہل سنت نے اپنی اپنی جگہ قابل قدر کوششیں کیں، جن میں استاذ مطلق مولانا محمد فضل حق خیر آبادی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے صاحبزادے مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی، مولانا محمد موسیٰ دہلوی، مولانا منورالدین دہلوی (مولانا ابوالکلام آزاد کے والد کے نانا) اور معین الحق شاہ فضل رسول القادری وغیرہم نے نمایاں طور پر احقاق حق کا فریضہ ادا کیا۔ بے شمار سادہ لوح

مکتبہ رضویہ لاہور نے ۱۹۷۲ء میں سیف الجبار شائع کی تھی، علامہ شرف صاحب نے یہ تعارف بطور مقدمہ اس کے لیے تحریر فرمایا تھا۔تعارف بہت جامع ہے، اس لیے نیا تعارفی مضمون لکھنے کے بجائے میں نے اسی کو شامل کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔(اسیدالحق)

مسلمانوں کے ایمان کا تحفظ فرمایا اور لاتعداد افراد کو راہ راست دکھائی۔مولوی محمد رضی الدین بدایونی لکھتے ہیں:

''بالخصوص ہنگام اقامت ملک دکن میں وہابیہ و شیعہ بکثرت آپ کے دست مبارک پر تائب ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور نیز جماعت کثیر مشرکین کو آپ کی ہدایت و برکت سے شرف اسلام حاصل ہوا تمام مشائخ کرام و علمائے عظام بلاد اسلام کے آپ کو آپ کے عصر میں شریعت و طریقت کا امام مانتے ہیں''۔(۱)

آپ کا سلسلۂ نسب والد ماجد کی طرف سے جامع القرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اور والدہ ماجدہ کی طرف سے رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک پہنچتا ہے۔آپ کے والد ماجد مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قدس سرہ العزیز (م:۱۲۶۳ھ) کے ہاں متواتر صاحبزادیاں پیدا ہوئیں،لہٰذا آپ کی والدہ ماجدہ بہ کمال اصرار کہا کرتی تھیں کہ ''مرشد برحق شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں نرینہ اولاد کی دعاء کے لیے گزارش کریں''،لیکن شاہ عین الحق پاس ادب کی بنا پر ذکر نہ کرتے۔جب حضرت شاہ فضل رسول کی ولادت کا زمانہ قریب آیا تو حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود فرزند کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔(۲)

چنانچہ ماہ صفر المظفر ۱۲۱۳ھ/ ۹۹-۱۷۹۸ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔(۳) حضرت اچھے میاں کے ارشاد کے مطابق آپ کا نام فضل رسول رکھا گیا اور تاریخی نام ظہور محمدی منتخب ہوا۔(۴)

صرف و نحو کی ابتدائی تعلیم جد امجد مولانا عبدالحمید سے اور کچھ والد ماجد مولانا شاہ عبدالمجید سے حاصل کی۔بارہ برس کی عمر میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے پا پیادہ لکھنؤ کا سفر کیا اور فرنگی

۱۔ محمد رضی الدین بدایونی،تذکرۃ الواصلین،حصہ اول،مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء/ص:۲۵۵

۲۔ ایضاً:ص:۲۵۰

۳۔ رحمٰن علی،تذکرہ علماء ہند:(اردو)مطبوعہ کراچی،ص:۲۸۰

۴۔ محمد رضی الدین بدایونی،تذکرۃ الواصلین،ص:۲۵۰(نوٹ) تذکرہ علماء ہند مطبوعہ کراچی میں تاریخی نام ظہور محمد غلط لکھا ہے کیونکہ اس کے مطابق سن ولادت ۱۲۰۳ھ ہونا چاہیے،تاریخی نام ظہور محمدی ۱۲۱۳ھ ہے۔

محل لکھنؤ میں ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ کے جلیل القدر شاگرد مولانا نور الحق قدّس سرہ (م:۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا نے خاندانی عزت وعظمت اور ذہانت کے پیش نظر اپنی اولاد سے زیادہ توجہ مبذول فرمائی، حتیٰ کہ آپ چار سال میں تمام علوم و فنون سے فارغ ہوگئے۔(۵)

جمادی الاخریٰ ۱۲۲۸ھ کو حضرت مخدوم شاہ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کے سامنے عرس کے موقع پر مولانا عبدالواسع لکھنوی، مولانا ظہور اللہ فرنگی محلی اور دیگر اجلۂ علما کی موجودگی میں رسم دستار بندی ادا کی اور وطن جانے کی اجازت دی۔(۶) وطن آکر مارہرہ شریف حاضر ہوئے۔ حضور اچھے میاں آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دے کر فرمایا: ''اب فن طب کی تکمیل کر لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری ذات سے ہر طرح کا دینی و دنیاوی فیض جاری کرنا منظور ہے''۔ چنانچہ آپ نے دھولپور میں حکیم ببر علی موہانی سے طب کی تکمیل کی۔

ابھی آپ دھول پور ہی تھے کہ حضور اچھے میاں قدس سرہ کے انتقال پر ملال کا سانحہ پیش آگیا۔ وصال سے قبل تنہائی میں شاہ عین الحق عبدالمجید قدس سرہ کو طلب فرما کر طرح طرح کی بشارتوں سے نوازا اور شاہ فضل رسول قادری کے دست شفا کی مبارک باد دی(۷)۔

والد ماجد کے بلانے پر دھول پور سے واپس وطن پہنچے اور مدرسہ قادریہ کی بنیاد رکھی، جہاں سے اہل شہر کے علاوہ دیگر بلاد کے لوگوں نے بھی فیض حاصل کیا، پھر صلۂ رحمی کے خیال سے ملازمت کا ارادہ کیا۔ ریاست بنارس وغیرہ میں قیام کیا، لیکن درس و تدریس کا سلسلہ کہیں منقطع نہ ہوا۔

اس عرصے میں کئی بار والد ماجد کی خدمت میں بیعت کی درخواست کی، ہر دفعہ معاملہ دوسرے وقت پر ٹال دیا جاتا۔ بالآخر معلوم ہوا کہ مقصد یہ ہے کہ جب تک دنیاوی تعلق ختم نہیں کیا جاتا، حصول مقصد میں تاخیر رہے گی، چنانچہ تعلقات دنیاویہ ختم کر کے حاضر ہوئے اور حصول مدعا

۵۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۱

۶۔ ماہنامہ پاسبان، الہ آباد امام احمد رضا نمبر (مارچ و اپریل ۱۹۶۲ء، ص:۴۸)

۷۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۱

کی درخواست کی والد ماجد نے قبول فرما کر ''فصوص الحکم شریف'' اور ''مثنوی مولانا روم'' کا بالاستیعاب درس دیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اکثر اوقات ہولناک جنگلوں میں گزارتے کئی سال تک یہ حالت رہی پھر جا کر سلوک کی طرف رجوع ہوا (۸)۔

آپ کو والد گرامی کی طرف سے سلسلۂ عالیہ قادریہ کے علاوہ سلسلۂ چشتیہ، نقشبندیہ، ابوالعلائیہ اور سلسلۂ سہروردیہ میں اجازت وخلافت حاصل کی تھی۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار اقدس پر معتکف تھے کہ اچانک مدینہ طیبہ کی زیارت کا شوق ایسا غالب ہوا کہ سفر کے خرچ کی فکر کیے بغیر پیادہ پا بمبئی روانہ ہوگئے۔ دو ماہ کا سفر تائید ایزدی سے اس قدر جلد طے ہوا کہ آپ ساتویں دن بمبئی پہنچ گئے حالانکہ زخموں کی وجہ سے کچھ وقت راستے میں قیام بھی کرنا پڑا۔

بمبئی سے سفر مبارک کی اجازت حاصل کرنے کے لیے والد ماجد کی خدمت میں عریضہ لکھا انھوں نے بہ کمال خوشی اجازت مرحمت فرمائی۔ حرمین شریفین پہنچنے کے بعد عبادت وریاضت کے شوق کو اور جلا ملی۔ شب وروز یاد الٰہی میں بسر کیے اور خلق خدا کی خدمت کے لیے پوری طرح کمر بستہ رہے۔

مولوی رضی الدین بدایونی لکھتے ہیں:

''جو کچھ ریاضتیں آپ نے ان اماکن متبرکہ میں ادا فرمائیں بجز قدما اولیاء کرام کے دوسرے سے مسموع نہ ہوئیں۔ حرمین شریفین کی راہ میں پیادہ پا سفر فرمایا اور یتیموں مسکینوں کے آرام پہنچانے میں اپنے اوپر ہر قسم کی تکلیف گوارا کی'' (۹)۔

اسی مبارک سفر میں حضرت شیخ مکہ عبداللہ سراج اور حضرت شیخ مدینہ عابد مدنی سے علم تفسیر و حدیث میں استفادہ کیا، اسی سال کامل جذب وارادت سے بغداد شریف حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارکہ پر حاضر ہوئے اور بے شمار فیوض و برکات حاصل کیے۔

۸۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۲

۹۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۳

درگاہ غوثیہ کے سجادہ نشین نقیب الاشراف حضرت سید علی گیلانی نے آپ کو از خود اجازت و خلافت مرحمت فرمائی (۱۰) اور ان کے بڑے صاحبزادے حضرت سید سلمان نے آپ کے تلمذ کا شرف حاصل کیا اور اجازت حاصل کی (۱۱)۔

جب آپ واپس وطن پہنچے تو والد ماجد ۸۰ سال کی عمر میں حرمین شریفین کی زیارت کا قصد فرما کر بمقام بڑودہ پہنچ چکے تھے، حاضر ہو کر گزارش کی کہ اس عمر میں آپ نے اس قدر طویل سفر کا ارادہ فرمایا ہے۔ لہٰذا میں مفارقت گوارا نہیں کر سکتا۔ وہیں سے والدہ ماجدہ کی خدمت میں عریضہ لکھ کر اجازت طلب کی اور والد ماجد کے ساتھ پھر سوئے حرمین شریفین روانہ ہو گئے اس سفر میں عبادات و ریاضات کے علاوہ والد مکرم کی خدمت کا حق ادا کر دیا اور ان کی دعاؤں سے پوری طرح بہرہ ور ہوئے۔ (۱۲)

مولانا کی ذات والا صفات مرجع انام تھی ان کے پاس کوئی علاج معالجے کے لیے آتا اور کوئی مسائل شریعت دریافت کرنے حاضر ہوتا، کوئی ظاہری علوم کی گھتیاں سلجھانے کے لیے شرف باریابی حاصل کرتا تو کوئی باطنی علوم کے عقدے حل کرانے کی غرض سے دامن عقیدت وا کرتا۔ غرض وہ علم و فضل کے نیر اعظم اور شریعت و طریقت کے سنگم تھے، جہاں سے علم و عرفان کے چشمے پھوٹتے تھے، وہ ایک شمع انجمن تھے جن سے ہر شخص اپنے ظرف اور ضرورت کے مطابق کسب ضیا کرتا تھا۔

ذیل میں وہ استفتاء نقل کیا جاتا ہے جو ہند کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کے دربار سے بعض اختلافی مسائل کی تحقیق کے لیے مولانا شاہ فضل رسول قادری کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا، اصل استفتا، طویل اور فارسی میں ہے، لہٰذا اختصار کے ساتھ اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

۱۰۔ رحمٰن علی، تذکرہ علمائے ہند: مطبوعہ کراچی، ص: ۳۸۰

۱۱۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص: ۲۵۳

۱۲۔ ایضاً

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال:-کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس شخص کے متعلق جو یہ کہتا ہے کہ دن متعین کر کے محفل میلا دشریف منعقد کرنا گناہ کبیرہ ہے اور محفل مولودشریف میں قیام کرنا شرک ہے اور فاتحہ کرنا طعام وشیرینی پر حرام ہے اور اولیاء اللہ سے مراد چاہنا شرک ہے اور حسب قدیم ختم میں پانچ آیتوں کا پڑھنا بدعت سیئہ ہے اور حضرت نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک کا معجزہ حق نہیں ہے اور کہتا ہے کہ تعزیہ کا بالقصد یا بلا قصد دیکھنا کفر ہے اور ہولی دیکھنا اور دسہرے میں سیر کرنا اگر چہ بلا ارادہ ہوتو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی عورت پر طلاق ہو جائے گی اور کعبہ شریف و مدینہ منورہ کے خطہ میں کوئی بزرگی نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس زمین میں ظلم ہوا ہے اور سننے میں آیا ہے کہ وہاں کے باشندگان ظالم ہیں۔ مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا اور مکہ معظمہ میں عبداللہ بن زبیر کو قتل کیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ سے باہر کیا۔

پس ایسی صورت میں ان لوگوں کی اقتدا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا مسلمانوں کو ان سے بیعت ہونا درست ہے یا نہیں؟ اور شرع شریف کا ایسے لوگوں پر کیا حکم ہے؟ و نیز ان کے متبعین پر کیا حکم ہے؟ فقط۔

نقل مہر حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی بادشاہ دیں پناہ وفقہ اللہ لما یحبہ و یرضاہ۔

محمد بہادر شاہ، بادشاہ غازی، ابوظفر سراج الدین

حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری نے پندرہ صفحات میں تفصیل سے جواب لکھا اور مسلک اہل سنت و جماعت کو دلائل سے بیان کیا اس فتویٰ پر اجلۂ علما نے تصدیقی دستخط فرمائے۔

آپ نے خدمت خلق، عبادت و ریاضت، درس و تدریس، وعظ و تبلیغ کے مشاغل کے باوجود تصنیف وتالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ سفر وحضر میں آپ کا دریائے فیض کمال کے استحضار

کے ساتھ جاری رہتا۔آپ نے اعتقادیات، درسیات، طب اور فقہ وتصوف میں قابل قدر کتابیں لکھی ہیں۔مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ سیف الجبار

۲۔ بوارق محمدیہ

۳۔ تصحیح المسائل

۴۔ **المعتقد المنتقد**

۵۔ فوز المؤمنین

۶۔ تلخیص الحق

۷۔ احقاق الحق

۸۔ شرح فصوص الحکم

۹۔ رسالۂ طریقت

۱۰۔ حاشیہ میر زاہد بر رسالہ قطبیہ

۱۱۔ حاشیہ میر زاہد ملا جلال

۱۲۔ طب الغریب

۱۳۔ تثبیت القدمین

۱۴۔ شرح احادیث ملتقطۃ ابواب صحیح مسلم

۱۵۔ فصل الخطاب

۱۶۔ حرز معظم

چند کتب کا قدرے تفصیلی تعارف –

۱ . **المعتقد المنتقد** – (عربی) عقائد اہل سنت پر نہایت اہم کتاب ہے اس میں بعض نئے اٹھنے والے فتنوں کی بھی سرکوبی کی گئی ہے۔مکہ معظّمہ میں ایک بزرگ کی فرمائش پر لکھی اس پر بڑے بڑے نامور علما مثلاً مجاہد آزادی استاذ مطلق مولانا محمد فضل حق خیرآبادی، مفتی محمد

صدر الدین خاں آزردہ صدر الصدور دہلی، شیخ المشائخ مولانا شاہ احمد سعید نقشبندی اور مولانا حیدر علی فیض آبادی مؤلف منتہی الکلام وغیرہم نے گراں قدر تقریظیں لکھیں اور نہایت پسندیدگی کا اظہار کیا۔

مولانا حکیم محمد سراج الحق خلف الرشید مجاہد عظیم مولانا فیض احمد بدایونی نے اس پر حاشیہ لکھا اور جب یہ کتاب پٹنہ سے شائع ہوئی تو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی نے "**المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد**" کے نام سے قلم برداشتہ نہایت وقیع حاشیہ تحریر کیا۔ **المعتقد المنتقد** اس لائق ہے کہ اسے درسیات میں شامل کیا جائے۔

۲۔ بوارق محمدیہ المعروف بہ سوط الرحمٰن علی قرن الشیطان (فارسی) - مولوی محمد رضی الدین اس کی تصنیف کا باعث یوں بیان کرتے ہیں:

> ''بالخصوص رد وہابیہ میں جس قدر بلیغ کوشش بحکم اولیا کرام آپ نے فرمائی وہ مخفی نہیں ہے، چنانچہ جب آپ بمقام دہلی حضرت خواجۂ خواجگاں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر مراقب تھے، عین مراقبہ میں آپ نے دیکھا کہ حضور جناب خواجہ صاحب رونق افروز ہیں اور دونوں دست مبارک پر اس قدر کتابوں کا انبار ہے کہ آسمان کی طرف حد نظر تک کتاب پر کتاب نظر آتی ہے، آپ نے عرض کیا کہ اس قدر تکلیف حضور نے کس لیے گوارا فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا کہ تم یہ بار اپنے ذمہ لے کر شیاطین وہابیہ کا قلع قمع کرو۔ بہ مجرد اس ارشاد مبارک کے آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور تعمیل ارشاد والا ضروری خیال فرما کر اسی ہفتہ میں کتاب مستطاب بوارق محمدیہ تالیف فرمائی''۔ (۱۳)

اس کتاب کو علما و مشائخ نے نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ مولانا غلام قادر بھیروی (۱۳۲۶ھ) نے ''الشوارق الصمدیہ'' کے نام سے خلاصہ و ترجمہ کیا جو عرصہ ہوا شائع ہو

۱۳۔ محمد رضی الدین بدایونی تذکرۃ الواصلین، ص: ۲۵۴

چکا ہے، اس کی وقعت اور مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی (م ۱۳۵٦ھ) نے بھی اسے بطور حوالہ ذکر کیا ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

''صاحب بوارق محمدیہ صفحہ ۱۳۱ پر لکھتے ہیں''(۱۴)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''در بوارق می نویسد امام احمد وغیرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ھم آن حدیث روایت کردہ اند''۔(۱۵)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''این جا بر ذکر چند از انفاس متبرکہ حضرت خاتم المحدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نقل نمودہ است آنہارا مولانا فضل رسول قادری حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکتفا نمودہ می آید''۔(۱٦)

حضور اعلیٰ گولڑوی قدس سرہٗ نے جا بجا بوارق محمدیہ کے حوالہ جات نقل کر کے اور ان پر اعتماد کا اظہار کر کے اس کی قبولیت وصداقت پر مہر تصدیق ثبت فرما دی ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں بیان توحید کے لیے بہت سخت زبان استعمال کی ہے جس کا خود انھوں نے ایک موقع پر اعتراف بھی کیا تھا۔ عقیدۂ توحید کی بنیادی حیثیت سے انکار کر کے کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا لیکن ایسا انداز بیان یقیناً قابل تردید ہوگا جس میں شان الوہیت کی عظمت کے اظہار کے لیے شان رسالت کو نظر انداز کر دیا جائے اور تنقیص شان کا ارتکاب کیا جائے۔ بتوں کے حق میں وارد ہونے والی آیات کو انبیا و اولیا کی ذوات مقدسہ پر چسپاں کیا جائے وہ توحید ہرگز قابل قبول نہیں جو شان رسالت کی تنقیص پر مشتمل ہو۔

۱۴۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ، اعلاء کلمۃ اللہ: طبع چہارم، ص: ۱۳۹۔

۱۵۔ ایضاً، ص: ۱٦۳

۱٦۔ ایضاً، ص: ۱۹۵

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہٗ نے اس حقیقت کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

''الحاصل مابین اصنام وارواح مکمل فرقی ست بین امتیازی ست باہر پس آیات واردہ فی حق الاصنام را بر انبیا و اولیا صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین حمل نمودن کمافی ''تقویۃ الایمان'' تحریفی است قبیح وتخریبی است شنیع''۔(۱۷)

ترجمہ: الحاصل بتوں اور کاملین کی ارواح میں فرق ظاہر و باہر ہے، لہٰذا ان آیات کو انبیا و اولیا پر چسپاں کرنا جو بتوں کے حق میں وارد ہیں، جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے قبیح تحریف اور بدترین تخریب ہے۔

دیگر علما اسلام کی طرح مولانا شاہ فضل رسول قادری نے بوارق محمدیہ اور سیف الجبار وغیرہ کتب میں تقویۃ الایمان کی اسی قسم کی عبارات پر محض جذبۂ دینی کے تحت عالمانہ تنقید کی ہے۔

۳۔ سیف الجبار (اردو) - متعدد دفعہ مختلف مطابع سے شائع ہو چکی ہے، ہماری معلومات کے مطابق آخری دفعہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے شعبۂ تبلیغ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔(۱۸) اس کا تاریخی نام سیف الجبار المسلول علی الاعداء للابرار ۱۲۶۵ھ ہے۔ اس میں فتنۂ نجدیت کی ابتدا اس کے پھیلاؤ، حرمین شریفین اور دیگر مقامات کے مسلمانوں پر نجدیوں کے لرزہ خیز مظالم کا تفصیلی نقشہ پیش کیا گیا ہے، تاریخی اعتبار سے یہ کتاب بہت اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ مصنف نے نجدی مظالم کے اثرات بچشم خود ملاحظہ کیے تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

''زید یہ مذہب سیدوں ساکن نواح مخا وحدیدہ نے مذہب نجدیہ اختیار کر کے مکان کو فوج سے خالی دیکھ کر پھر تاخت وتاراج کیا اور ہر ایک مکان

۱۷۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ، اعلاء کلمۃ اللہ: طبع چہارم، ص: ۱۷۱

۱۸۔ ادارہ مظہر حق بدایوں نے ۱۹۸۵ء میں شائع کی اور اب عنقریب تاج الفحول اکیڈمی بدایوں جدید آب وتاب اور ضروری تحقیق وتحشیہ کے ساتھ شائع کرنے جارہی ہے۔(اسید الحق قادری)

میں ایک ایک امیر المومنین ہو گیا، عجب ظلم برپا کیا۔ راقم نے ۱۲۵۷ھ میں اسی حال پر چھوڑا''۔(۱۹)

محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں مولوی حسین احمد مدنی کی رائے قابل ملاحظہ ہے، لکھتے ہیں:

''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل و قتال کیا اور ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی و بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار اور فاسق شخص تھا''۔(۲۰)

شاہ فضل رسول قادری نے مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کو قریب سے دیکھا ان کے عقائد اور عزائم کا بنظر غائر جائزہ لیا، ان کے طور طریق کو بخوبی جانچا اور پھر ضمیر کی آواز کو بلا کم و کاست تحریر کر دیا۔ فرماتے ہیں:

''فاحشہ رنڈیوں کی بھی پیش کش (نذر) لینے میں تامل نہ تھا، یہاں تک کہ جو فرنگیوں کے گھروں میں تھیں، چنانچہ بنارس کا ریزیڈنٹ اگتسن بروگ نام اس کے گھر میں فاحشہ تھی بڑی اختیار والی اور صاحب مقدور مرید ہوئی

۱۹۔ مولانا فضل رسول قادری، سیف الجبار، ص:۴۷

۲۰۔ مولوی حسین احمد مدنی، الشہاب الثاقب، ص:۵۰

اور دس ہزار روپے نذر کیے اور اس کے مرید ہونے سے ریذیڈنٹ نے بہت خاطر داری کی کہ سید صاحب نے اس کو اپنی بیٹی فرمایا تھا، راقم بھی وہاں موجود تھا''۔(۲۱)

سیف الجبار میں تقلید کی حقیقت اور امام الائمہ سراج الامۃ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بڑے دل نشیں پیرائے میں ذکر کیے گئے ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید (صغیر) ۷؍محرم بروز جمعہ ۱۲۲۱ھ کی صبح علمائے مکہ مکرمہ کے سامنے پیش ہوئی اس وقت نجدی لشکر طائف میں قتل و غارت گری اور مسجد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما منہدم کر کے مکہ مکرمہ جانے کا قصد کر رہا تھا۔ علمائے مکہ مکرمہ نماز جمعہ کے بعد جمع ہوئے اور کتاب التوحید کا مطالعہ کر کے اس کا رد کیا۔ مولانا احمد بن یونس باعلوی اس تردید کو ضبط تحریر میں لائے۔ نماز عصر تک اس کے ایک باب کا رد مکمل ہوا تھا کہ طائف کے مظلوموں کا ایک گروہ مسجد حرام میں پہنچ گیا اور مشہور ہو گیا کہ نجدیہ کا لشکر حرم شریف میں پہنچ کر قتل و غارت کرنے والا ہے۔ اس عام اضطراب کی وجہ سے دوسرے باب پر نظر نہ جا سکی۔

مولانا شاہ فضل رسول قادری نے سیف الجبار کے آخر میں کتاب التوحید کا پہلا باب اور اس پر علمائے مکہ مکرمہ کا رد مع ترجمہ نقل کر دیا ہے۔ جا بجا تقویۃ الایمان کی عبارتیں نقل کی ہیں جن سے یہ عجیب و غریب حقیقت سامنے آتی ہے کہ تقویۃ الایمان اسی کتاب التوحید کا ترجمہ اور شرح ہے، علمائے مکہ مکرمہ کی تقریرات کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی اور مولانا شاہ محمد فضل حق خیر آبادی کی عبارات نقل کی ہیں جن سے یہ امر کھل کر سامنے آ جاتا ہے کہ یہ حضرات نہ تو کتاب التوحید کے معتقد ہیں اور نہ تقویۃ الایمان کے مندرجات سے متفق، ان کے عقائد وہی ہیں جو اس وقت کے علمائے مکہ مکرمہ اور علمائے اہل سنت و جماعت کے ہیں۔

شاہ فضل رسول قادری پر عام طور پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے انگریز کی حکومت کے

۲۱۔ مولانا فضل رسول قادری، سیف الجبار، ص:۲،۷۳،۷۲

دور میں منصب افتا قضا اور صدر الصدوری کے ذریعہ اقتدار حکومت کو بحال اور مضبوط تر کیا۔(۲۲)

تعجب ہے کہ جب علمائے دیوبند میں سے مولوی محمد احسن نانوتوی، مولوی محمد مظہر، مولوی محمد منیر، مولوی ذوالفقار علی، مولوی فضل الرحمٰن، مولوی مملوک علی اور مولوی محمد یعقوب نانوتوی وغیرہم بھی ''سرکار انگریز'' کے ملازم تھے (۲۳)، تو فرنگی حکومت کے اقتدار کو مضبوط تر کرنے کا الزام علمائے اہل سنت پر ہی کیوں عائد کیا جاتا ہے؟

پھر یہ نکتہ بھی غور طلب ہے کہ اگر علما منصب افتا و قضا اور صدر الصدوری کو قبول نہ کرتے تو ان مناصب پر فائز ہو کر فیصلہ کرنے والے ہندو ہوتے یا انگریز۔ کیا یہ اچھا ہوتا کہ علما ان مناصب کو قبول نہ کرتے اور مسلمان اپنے مقدمات کے فیصلوں کے لیے ہندو یا انگریز کی کچہریوں میں مارے مارے پھرتے۔

اسی سلسلے میں ہمارے کرم فرما پروفیسر محمد ایوب قادری نے ایک اور بات کہی ہے:

''مولانا فضل رسول بدایونی کی تصانیف کے سلسلے میں ایک بات ہم نے خاص طور پر نوٹ کی ہے کہ ان کی اکثر تصانیف کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئی ہیں''(۲۴)

بر تقدیر تسلیم ہمارے نزدیک مولانا پر یہ کوئی اعتراض نہیں کہ ان کی اکثر کتابیں کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئی ہیں کیوں کہ انگریز دوستی یا انگریز سے ساز باز بیشک جرم اور قابل اعتراض امر ہے فقط سرکاری ملازم ہونا کوئی جرم کی بات نہیں ہے، بشرطیکہ کسی خلاف اسلام امر میں ان کا تعاون نہ کیا جائے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے مولوی عبدالحئ کو ملازمت کی اجازت دے کر اس قسم کے شبہات کو ختم کر دیا تھا، سرکاری ملازمت سے ہر شخص کے بارے میں یہ رائے قائم کر لینا کہ یہ انگریز کا خیر خواہ و وفادار اور محبّ ہے، کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کیوں کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں اکثر و بیشتر انہی علما نے کھل کر حصہ لیا جو انگریز کے دور

۲۲۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۸ء، ص:۱۸

۲۳۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مولانا محمد احسن نانوتوی، ص:۲۶

۲۴۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۸ء، ص:۱۸

اقتدار میں صدر الصدور اور افتا وغیرہ کے مناصب پر فائز تھے۔

پھر یہ بھی ایک فکر انگیز حقیقت ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی مشہور کتاب تقویۃ الایمان پہلے پہل رائل ایشیا ٹک سوسائٹی سے شائع ہوئی، اگر کسی کتاب کو سرکاری ملازم شائع کرے تو ضروری نہیں کہ اس میں حکومت کا ایما شامل ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ کتاب سرکاری پالیسی کے مطابق ہو، لیکن جب کسی کتاب کو رائل ایشیا ٹک سوسائٹی ایسا سرکاری ادارہ شائع کرے تو معمولی سی سمجھ بوجھ والا آدمی بھی یہ کہے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ وہ کتاب یقیناً سرکاری پالیسی کے مطابق ہوگی مخالف ہرگز نہیں ہوسکتی۔

یہ امر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اگر مولا فضل رسول قادری کی تصانیف کو کسی ذریعہ سے بھی سرکاری حمایت حاصل ہوتی تو بعض دیگر مصنفین کی طرح ان کی تصانیف بھی کثرت سے طبع ہوتیں، حالانکہ تقویۃ الایمان وغیرہ کتابیں جس کثرت سے اشاعت پذیر ہوئیں، مولانا فضل رسول قادری کی کتابیں اس کثرت سے شائع نہیں ہوئیں۔

مولانا شاہ فضل رسول قادری نے کتنے واضح الفاظ میں انگریزی اقتدار سے نفرت واستحقار کا اظہار کیا ہے اور انگریز کے اقتدار کو دین میں فتنہ وفساد کے پیدا ہونے کا سبب قرار دیا ہے درج ذیل اقتباس سے بآسانی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''جاننا چاہیے کہ ہندوستان میں بسبب ہو جانے کفر کی حکومت (انگریزی اقتدار) اور نہ رہنے اسلام کی سلطنت کے دین اسلام میں فتنے اور شرع کے احکام میں رخنے پڑ گئے۔ (۲۵)

دوسری جانب مولوی اسماعیل دہلوی کا بیان ملاحظہ ہوتا کہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ مولانا فضل رسول قادری اور دیگر علما اہل سنت پر انگریز دوستی کے الزام میں کتنی سچائی ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے ایک موقع پر کہا:

> ''انگریزی سرکار گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کوئی ظلم وتعدی نہیں کرتی، نہ ان کو فرائض مذہبی اور عبادات لازمی سے روکتی ہے، ہم ان کے ملک میں

۲۵۔ مولانا فضل رسول قادری، سیف الجبار، ص: ۲۷

اعلانیہ وعظ کہتے ہیں اور ترویج مذہب کرتے ہیں۔ وہ کبھی مانع ومزاحم نہیں ہوتی، بلکہ اگر کوئی ہم پر زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہیں۔ ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی اور احیائے سنن سید المرسلین ہے، سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور اصول مذہب کے خلاف بلا وجہ طرفین کا خون گرادیں''۔(۲۶)

مولانا شاہ فضل رسول قادری کے بارے میں ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے:

''مولانا حیدر علی ٹونکی نے اس سلسلے میں ایک خاص بات یہ لکھی ہے کہ مولوی فضل رسول بدایونی نے مولانا اسماعیل شہید دہلوی کی شہادت (۱۸۳۱ء) کے بیس سال بعد وہابیوں کے رد میں کتابیں لکھنی شروع کیں۔ ظاہر ہے پنجاب کے انگریزوں کے قبضہ میں آجانے کے بعد مجاہدین کا مقابلہ براہ راست انگریز سے تھا''۔(۲۷)

مولوی اسماعیل دہلوی نے جب تقویۃ الایمان لکھ کر مسلک اہل سنت و جماعت کے خلاف عقائد وافکار کا اظہار کیا تو اکثر و بیشتر علما تحفظ دین ومسلک کی خاطر میدان میں اتر آئے، بعض نے ان سے اور ان کے ہم خیال علما سے مناظرہ کیا۔ مثلاً مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی، مولانا محمد موسیٰ (صاحبزادگان مولانا محمد رفیع الدین محدث دہلوی) منطق وکلام کے مسلم الثبوت استاذ مولانا محمد فضل حق خیرآبادی، مولانا رشید الدین خاں اور علمائے پشاور وغیرہم بے شمار علماء نے تصنیف وتالیف کے ذریعہ تردید کی۔ بعض نے تقریری طور پر رد وابطال پر اکتفا کیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان میں اکثر و بیشتر حضرات شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے صاحب علم وفضل شاگرد تھے بلکہ خود حضرت شاہ صاحب نے تقویۃ الایمان پر اظہار ناراضگی فرمایا:

''حضرت مولانا شاہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی قدّس سرہ فرماتے تھے کہ جب اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی اور سارے جہان کو مشرک و

۲۶۔ منشی محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید

۲۷۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۸ء، ص:۲۴

کافر بنانا شروع کیا اس وقت حضرت شاہ صاحب آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور بہت ضعیف بھی تھے۔ افسوس کے ساتھ فرمایا کہ میں تو بالکل ضعیف ہو گیا ہوں، آنکھوں سے بھی معذور ہوں ورنہ اس کتاب اور اس عقیدۂ فاسد کا رد بھی تحفۂ اثناعشریہ کی طرح لکھتا کہ لوگ دیکھتے''۔ (۲۸)

مولانا شاہ فضل رسول قادری ان علما میں سے تھے جنھوں نے اس نئے فتنے کی تردید کے لئے بھرپور تقریری کام کیا اور جب ضرورت محسوس ہوئی تو تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا اور ایسی کتابیں لکھیں جنھیں اہل علم سرآنکھوں پر جگہ دیتے ہیں۔ مولانا کی ساری زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کی کوششوں میں حفاظت دین کے سوا اور کوئی مقصد نظر نہیں آئے گا۔ کیا اس بات کا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اپنی ابتدائی زندگی میں تقریر کے ذریعے عقائد باطلہ کی تردید نہیں کی، حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۳۹ تالیف ملک العلما مولانا ظفرالدین بہاری کے مطالعہ سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ مولانا طالب علمی کے زمانہ ہی سے ردوہابیت کی ابتدا کر چکے تھے۔

یہاں اس بات کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ مولانا اسماعیل دہلوی، سید صاحب اور ان کے رفقا کو انگریزوں سے کوئی مخاصمت نہ تھی اور نہ وہ انگریزوں سے جہاد کا ارادہ ہی رکھتے تھے۔ (۲۹)

آپ کے تلامذہ کا سلسلہ بہت وسیع ہے، جس شخصیت نے طویل مدت تک سفر و حضر میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا ہو اس کے شاگردوں کا شمار لازماً دشوار ہوگا، چند فضلا کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے، جنھوں نے آپ کے بحر علم سے استفادہ کیا:

۱۔ مولانا شاہ محی الدین ابن شاہ فضل رسول قادری (م: ۱۲۷۰ھ)

۲۔ تاج الفحول مولانا شاہ محمد عبدالقادر محبّ رسول بدایونی ابن مولانا شاہ فضل رسول قادری (م: ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء)

۳۔ مجاہد آزادی مولانا فیض احمد بدایونی

۲۸۔ ملک العلماء مولانا محمد ظفرالدین بہاری، ماہنامہ پاسبان، امام احمد رضا نمبر، ص: ۱۹، ۲۰

۲۹۔ اس سلسلے میں مقالات سرسید حصہ شانزدہم مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور کے حاشیہ پر شیخ اسماعیل پانی پتی کا نوٹ ص: ۲۴۸ تا ۲۵۲ اور ص: ۳۱۸ تا ۳۱۹ قابل ملاحظہ ہے۔ نیز سید صاحب کی تحریک کی صحیح پوزیشن سمجھنے کے لئے جناب وحید احمد مسعود بدایونی کی تحقیقی کتاب ''سید احمد شہید کی صحیح تصویر'' مطبوعہ لاہور ملاحظہ کی جائے۔

۴۔ قاضی القضاۃ مولانا مفتی اسداللہ خاں الہ آبادی (م:۱۳۰۰ھ)
استاد مولوی رحمٰن علی مؤلف تذکرہ علمائے ہند

۵۔ مولانا عنایت رسول چریا کوٹی (۳۰)

۶۔ مولانا شاہ احمد سعید دہلوی (م:۱۲۷۷ھ)

۷۔ مولانا کرامت علی جونپوری (م:۱۲۹۰ھ) مرید سید احمد بریلوی

۸۔ مولانا سید عبدالفتاح گلشن آبادی

۹۔ مولانا عبدالقادر حیدرآبادی (م:۱۳۲۹ھ)

۱۰۔ مولانا سید اشفاق حسین (م:۱۳۲۸ھ)

۱۱۔ مولانا خرم علی بلہوری (م:۱۲۷۳ھ)

۱۲۔ مولانا حکیم محمد ابراہیم سہارنپوری

۱۳۔ سید بنیاد شاہ سنبھلی

۱۴۔ مولانا سید خادم علی

۱۵۔ مولانا سید ارجمند علی

۱۶۔ مولانا سید اولاد حسن خلف سید آل حسین

۱۷۔ مولانا غلام حیدر

۱۸۔ مولانا جلال الدین رئیس سوتھہ محلّہ

۱۹۔ مولانا فصاحت اللہ متولی

۲۰۔ مولانا امانت حسین دانش مند

۲۱۔ مولانا بہادر شاہ دانش مند وغیرہ وغیرہ

آپ کے مریدین کا سلسلہ عرب وعجم میں پھیلا ہوا تھا، بے شمار لوگ مذاہب باطلہ اور عقائد فاسدہ سے تائب ہو کر آپ کے دست حق پر بیعت ہوئے۔

آپ کے چند مریدین کے نام یہ ہیں:

۳۰۔ نامور فاضل مولانا محمد فاروق چریا کوٹی استاذ شبلی نعمانی، مولانا عنایت رسول کے چھوٹے بھائی اور شاگرد تھے۔

تاج الفحول مولانا شاہ محمد عبدالقادر محبّ رسول بدایونی خلف رشید شاہ فضل رسول قادری، مولانا حکیم سراج الحق ابن مولانا فیض احمد بدایونی (م:۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۵ء)، مولانا سید نبی حسنی حسینی شاہجہاں پوری (م: ۱۲۷۸ھ)، مولانا حکیم عبدالعزیز، مولانا عبیداللہ بدایونی مدرس مدرسہ محمدیہ بمبئی (م: ۱۳۱۵ھ)، ملا اکبر شاہ افغانی، مولانا عون الحق، حافظ محمد ضیاء الدین حیدرآباد دکن، قاضی حمیدالدین خاں مچھلی بندر، شیخ محمد صدیق متوطن بریلی، شیخ عبدالرحیم رئیس بدایوں، شیخ عبدالہادی ملقب بہ شاہ سالار وغیرہ وغیرہ۔

جب آپ کی عمر شریف ۷۷ برس کی ہوئی تو آپ کے شانوں کے درمیان پشت پر زخم نمودار ہوا ایک دن قاضی شمس الاسلام عباسی جو آپ کے والد ماجد کے مرید تھے، سے آپ نے فرمایا:

> ''قاضی صاحب بمقتضائے 'واما بنعمة ربک فحدث' آج آپ سے کہتا ہوں کہ دربار نبوت سے استیصال فرقہ وہابیہ کے لیے مامور کیا گیا تھا۔ الحمدللہ! کہ فرقۂ باطلہ اسماعیلیہ واسحاقیہ کا رد پورے طور ہو چکا، دربار نبوت میں میری یہ سعی قبول ہو چکی، میرے دل میں اب کوئی آرزو باقی نہ رہی میں اس دار فانی سے جانے والا ہوں''۔(۳۱)

آخری دنوں میں کمزوری بہت زیادہ ہوگئی تھی مگر عبادت، ریاضت اور تہجد کے لیے شب بیداری میں دن بہ دن اضافہ ہوتا گیا۔ ۲۰ / جمادی الاخریٰ ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء بروز جمعرات خلف رشید مولانا شاہ محمد عبدالقادر قادری بدایونی کو بلا کر نماز جنازہ کی وصیت کی، ظہر کے وقت اسم ذات کے ذکر خفی میں مصروف تھے کہ اچانک دو دفعہ بلند آواز سے اللہ اللہ کہا ایک نور دہن مبارک سے چمکا اور بلند ہو کر غائب ہو گیا اور ساتھ ہی روح قفس عنصری سے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی۔ **انا للّٰہ و انا الیه راجعون.**

رحلت کے وقت ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی پھر بھی ہزار ہا افراد نے جنازہ میں شرکت کی۔ مغرب کے بعد عیدگاہ شمسی میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور شب جمعہ والد ماجد کے روضہ میں مدفون

۳۱۔ ماہنامہ پاسبان، امام احمد رضا نمبر، ص:۵۳

ہوئے (۳۲)۔مولوی عبدالسلام سنبھلی نے یہ قطعہ تاریخ کہا ہے۔

معدن فضل الٰہی حضرت فضل رسول | پیشوائے اہل عرفاں سرور اہل قبول
واقف اسرار شرع و کاشف استار دیں | ماہر کامل بہر فن از فروعش تا اصول
سطوت تقریر او بگداخت جان منکراں | ہیبت تحریر او انداخت در کنج خمول
جامع علم و ولایت دافع آثار جہل | قامع بنیاد کفر و رافع اوج قبول
رفت از دنیا و دنیا از غم او تیرہ شد | کرد روشن منزل اول بانوار نزول
ایں جہاں را سنگ ماتم بر جبین مدعاست | آنجہاں را گوہر مقصود در دست وصول
خاستم تاریخ وصل وے نویسم ناگہاں | شد بمن الہام از روحش "انافضل الرسول"

۱۲۸۹ھ (۳۳)

مولانا معین الدین نے درج ذیل تاریخ وصال کہی ہے:

حضرت فضل رسول نامدار | با فضیلت با کرم با افتخار
کان فی عز و فضل کاملا | فضله کالشمس فی نصف النهار
واقف اسرار علم و معرفت | مرشد دیں سر حق را رازدار
دوئم از ماہ جمادی الآخرہ | راہ دار آخرت کرد اختیار
وقت رحلت داشت شغل ذکر حق | بود از دم ضرب اذکار آشکار
ناگہاں آورد با جہر تمام | اسم ذات پاک حق بر لب دو بار
اللہ اللہ گفت و جاں دادہ بحق | کرد برنام خدا جاں را نثار
گشت مفہوم آں زماں از شش جہت | لفظ اللہ از در و دیوار و دار



۳۲۔ محمد رضی الدین بدایونی تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۴

۳۳۔ ایضاً

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی شفیع المذنبین بالیقین سید الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا ابی القاسم محمد والہ واصحابہ اجمعین.

بعد حمد وصلوٰۃ کے فقیر عبدالقادر بدایونی غفرلہ اللہ تعالیٰ عرض کرتا ہے کہ یہ مبارک رسالہ بعنوان ''حرزِ معظم'' (نام کے اعداد سے رسالہ کا سنہ تالیف بھی برآمد ہوتا ہے) محبوبانِ خدا کے تبرکات وآثار کی برکت وتعظیم کے بیان میں ہے۔ یہ رسالہ تالیف لطیف ہے جناب ہدایت مآب سید العرفاء الاخیار، سند الاولیاء الابرار، شمس العلماء الکاملین، فخر الکملاء العارفین، افضل الفقہا والمحدثین، اکمل المتکلمین، جامع حقائق معقول ومنقول، کاشف دقائق فروع واصول سیف اللہ المسلول حضرت مولانا فضل الرسول قادری کی، جس کو قبول تام اور شہرت عام حاصل ہوئی۔ یہ فقیر خاں صاحب گرامی مناصب محبّ الفقرا ملاذ العرفا جناب حاجی محمد خاں صاحب بہادر کی فرمائش پر ہندی سے فارسی میں ترجمہ کررہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ سے امت محمدیہ کو فائدہ پہنچائے۔

واللّٰہ المؤفق والمعین وعلیہ التکلان فی کل حین.

جاننا چاہیے کہ انبیاے کرام واولیاء اللہ کے آثار وتبرکات کی تعظیم وتکریم کرنا، دینی اور دنیوی حاجتوں میں ان کا وسیلہ پیش کرنا، ان کی زیارت کو مرادوں کے حاصل ہونے اور بلاؤں کے دور ہونے کا ذریعہ سمجھنا، پانی وغیرہ جو چیزیں ان سے متعلق ہیں ان میں برکت وشفا کا اعتقاد رکھنا، تبرکات نبویہ کی زیارت کے وقت درود شریف پڑھنا، ان کی کسی قسم کی بے ادبی سے مصیبت کا نازل ہونا، یہ تمام چیزیں قرآن وحدیث، آثار صحابہ وتابعین اور سیرت سلف صالحین سے بخوبی

ثابت ہیں خواہ یہ تبرکات اصلی ہوں یا مثالی ہوں اور تبرکات اصلیہ بھی عام ہیں چاہے وہ سند سے ثابت ہوں یا فقط مشہور و منسوب ہوں اور محتمل فیہ ہوں اسی طرح تبرکات مثالیہ بھی عام ہیں خواہ وہ مصنوعی ہوں جیسے وہ چیزیں جن کو صلحا (۱) و اتقیا، علماے کرام و مشائخ عظام نے نیک نیتی کے ساتھ استخراج فرمایا ہو اور اسے مستحسن جانا ہو اور امور خیر اس پر مرتب ہوتے ہوں نہ کہ وہ چیزیں جن کو فاسقوں اور اہل بدعت و ضلال نے ایجاد کیا ہو اور اس پر شر اور برائیاں مرتب ہوتی ہوں، خواہ وہ تبرکات مثالیہ غیر مصنوعی ہوں یعنی وہ چیزیں جو بزرگوں اور ان کے تبرکات شریفہ سے صورتاً، صفتاً، لفظاً یا کسی بھی قسم کی مشابہت و مشارکت رکھتی ہوں اور تعظیم و تکریم کے افعال بھی عام ہیں خواہ تعظیم کی کیفیت مخصوص طور پر شارع علیہ السلام سے ثابت ہو یا سلف صالحین، اولیاے کاملین سے منقول ہو بشرطیکہ وہ تعظیم ممنوعات شرعیہ اور اہل فسق کا مخصوص شعار نہ ہو ان تمام امور کا بیان چند فصلوں میں کیا جائے گا۔

پہلی فصل تبرکات اصلیہ کے بیان میں

اللہ تعالیٰ حضرت طالوت کے واقعہ میں فرماتا ہے:

ان آیة ملکه ان یاتیکم التابوت فیه سکینة من ربکم وبقیة مما ترک اٰل موسی و اٰل هارون تحمله الملٰئکة. (۲)

ترجمہ: طالوت کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا جس میں تمہارے رب کی جانب سے سکینہ ہوگا اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہوں گی جن کو اولاد موسیٰ اور اولاد ہارون (علیہما السلام) نے چھوڑا اس صندوق کو فرشتے اٹھا لائیں گے۔

معتبر تفسیروں میں لکھا ہے کہ اس تابوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کی نعلین مبارک

۱۔ اس قید سے وہ تعزیہ خارج ہو گیا جس کو فساق نے اپنی ہواے نفس کی خاطر ایجاد کیا اور اس میں دیگر ناجائز چیزیں شامل کر دیں، جس پر بے شمار قبائح اور شرور مرتب ہوتے ہیں۔ (فقیر عبد القادر قادری)

۲۔ البقرۃ: ۲۴۸

تھیں اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور کچھ مَنّ تھا جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا وہ تابوت بنی اسرائیل کے پاس تھا اور وہ جنگوں میں اس کے باعث فتح وکامیابی پاتے تھے جب بنی اسرائیل نافرمانی اور گناہوں میں مبتلا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عمالقہ کو مسلط فرما دیا اور وہ یہ تابوت بنی اسرائیل سے چھین کر لے گئے اور جس وقت عمالقہ نے اس کی بے ادبی کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان پر مصیبتوں اور بلاؤں کو مسلط فرما دیا۔ بنی اسرائیل کی ایک عورت ان میں تھی اس نے ان سے کہا یہ بلائیں تابوت کی بے ادبی کرنے کے سبب آئی ہیں تم اس کو بنی اسرائیل کے پاس پہنچا دو۔ انھوں نے اس تابوت کو بیل گاڑی پر سوار کر کے روانہ کر دیا فرشتوں نے اس کو حضرت طالوت کے پاس پہنچا دیا۔

علامہ بغوی معالم التنزیل میں فرماتے ہیں:

و کانت قصة التابوت ان اللّٰه تعالیٰ انزل تابوتا علی اٰدم علیه السلام فیه صور الانبیاء و کان من عود الشمشاد نحوا من ثلثة اذرع فی ذراعین فکان عند اٰدم الی ان مات ثم بعد ذلک عند شیث ثم توارثه اولاد اٰدم الی ان بلغ الی ابراهیم ثم کان عند اسماعیل لانه کان اکبر ولدہٖ ثم عند یعقوب ثم کان فی بنی اسرائیل الی ان وصل الی موسی فکان علیه السلام یضع فیه التورٰة و متاعا من متاعه فکان عنده الی ان مات موسٰی علیه السلام ثم تداولته انبیاء بنی اسرائیل. (۳)

ترجمہ: تابوت کا قصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر ایک تابوت نازل فرمایا جس میں انبیاے کرام کی تصویریں تھیں وہ شمشاد کی لکڑی کا تھا اس کی لمبائی تین گز اور چوڑائی دو گز تھی وہ تابوت حضرت آدم علیہ السلام کی وفات تک آپ کے پاس رہا پھر وہ شیث علیہ السلام کے پاس

۳۔ معالم التنزیل: امام البغوی، ج۱/ص۲۲۹، دار المعرفۃ بیروت ۱۹۸۷ء

پہنچا پھر اولادِ آدم میں وراثتاً منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ تابوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا پھر وہ اسماعیل علیہ السلام کے پاس رہا کیونکہ آپ حضرت ابراہیم کے بڑے بیٹے تھے۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس، یہاں تک کہ وہ تابوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس میں تورات اور کچھ اپنا سامان رکھتے تھے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات تک ان ہی کے پاس رہا پھر بنی اسرائیل کے انبیا اسے ایک دوسرے سے پاتے رہے۔

امام بغوی مما ترک اٰل موسی واٰل ھارون کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

كان فيه لوحان من التوراة و عصاء موسىٰ ونعلاه وعمامة هارون وعصاه وقفيز من المن الذى كان نزل على بنى اسرائيل فكان التابوت عند بنى اسرائيل وكانوا اذ اختلفوا فى شئ تكلم وحكم بينهم واذا حضروا القتال قدموه بين ايديهم ويستفتحون به على عدوهم فلما عصوا وافسدوا سلط الله عليهم العمالقة فغلبوهم على التابوت...... ووضعوه تحت الصنم الاعظم فلما اصبحوا من الغد صار التابوت على الصنم والصنم تحته فاخذوه ووضعوه فوقه وقد قطعت يدا الصنم ورجلاه واصبحت اصنامهم منكسة فاخرجوه من بيت الصنم ووضعوه فى ناحية من مدينتهم فاخذ اهل تلك الناحية وجعل فى اعناقهم حتى هلك اكثرهم فاخرجوه الى الصحراء فدفنوه فكان كل من تبرز هناك اخذه الباسور والفولج فتحيروا فقالت لهم امراة كانت عندهم من بنى اسرائيل لا تزالون ترون ماتكرهون مادام هذا التابوت فيكم فاخرجوه عنكم

فاتوا بعجلة بارشادة تلک المرأة وحملوا علیھما ثم علقوھا علی الثورین ووکل اللّٰہ بھما اربعة من الملئکة ویسوقونھما فاقبلا حتی وقفا علی ارض بنی اسرائیل ووضعا التابوت فی ارض فیھا حصاد بنی اسرائیل ملخصاً. (۴)

ترجمہ: اس تابوت میں توریت کی دو تختیاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور آپ کی نعلین مبارک تھیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور عصا تھا اور ایک قفیز مَنْ تھا جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا تھا وہ تابوت بنی اسرائیل کے پاس رہا جب بنی اسرائیل کے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہوتا تو ان کے نبی اس کے ذریعہ فیصلہ فرماتے اور جب بنی اسرائیل جنگ میں جاتے تو اس تابوت کو اپنے ساتھ رکھتے اور اس کے وسیلہ سے اپنے دشمن پر فتح طلب کرتے تھے اور جب بنی اسرائیل میں نافرمانی اور فساد شروع ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عمالقہ کو مسلط فرما دیا یہ قوم ان سے تابوت پر غالب آ گئی (یعنی تابوت اپنے ساتھ لے گئی) عمالقہ نے اس تابوت کو بڑے بت کے نیچے رکھ دیا جب انھوں نے دوسرے دن صبح کی تو تابوت بت کے اوپر تھا اور بت اس کے نیچے۔ پھر انھوں نے تابوت کو لے کر بت کے اوپر کسی جگہ رکھ دیا تو بت کے دونوں ہاتھ پیر کٹ گئے اور تمام بت سرنگوں ہو گئے عمالقہ نے اس تابوت کو بت کدہ سے نکال کر اپنے شہر کے کسی گوشہ میں رکھ دیا تو وہاں کے لوگوں کی گردنوں میں بیماری پیدا ہوئی اور ان کے بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے تب انھوں نے اس تابوت کو شہر سے نکال کر جنگل میں دفن کر دیا اب جو شخص بھی وہاں بول و براز کے لیے جاتا تو اسے فالج یا بواسیر کی بیماری ہو جاتی، تو یہ لوگ بڑے حیران ہوئے تو ایک عورت نے جو بنی

۴۔ معالم التنزیل: امام البغوی، ج۱/ص۲۳۰، دارالمعرفۃ بیروت (مصنف نے یہ عبارت ملخصاً نقل کی ہے۔)

اسرائیل سے تھی ان سے کہا کہ جب تک یہ تابوت تمہارے درمیان رہے گا تم ناپسندیدہ چیزیں دیکھتے رہو گے۔ اس تابوت کو اپنے پاس سے دور کر دو تو اس عورت کے مشورہ سے وہ ایک گاڑی لائے اور اس پر تابوت رکھا پھر اس گاڑی کو دو بیلوں پر باندھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بیلوں پر چار فرشتوں کو مقرر فرما دیا، فرشتے ان بیلوں کو چلانے لگے اور بیل چلنے لگے یہاں تک کہ وہ بیل بنی اسرائیل کی زمین پر ٹھہر گئے اور انھوں نے تابوت کو اس زمین پر رکھ دیا جہاں بنی اسرائیل کے کھیت تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی. (۵)

ترجمہ: مقام ابراہیم کو مصلی بناؤ۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بگرید جائے استادن ابراہیم علیہ السلام را کہ سنگے است معین و براں سنگ حضرت ابراہیم استادہ اذان حج در مردم داد و ہر دو قدم مبارک حضرت ابراہیم دراں سنگ منقش گشتہ "مصلی" یعنی نماز گاہ کہ بعد از طواف خانہ کعبہ دو رکعت تحیۃ الطّواف عقب ایں سنگ استادہ گذاردن مقرر است حضرت ابراہیم برہما سنگ استادہ اذان حج دادہ بودند پس بعد رحلت حضرت ابراہیم نزد آں سنگ استادہ شدن وعبادت خدا بجا آوردن گویا نزد ایشاں حاضر شدنست وبحضور ایشاں عبادت خدا بجا آوردنست۔ (۶)

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز گاہ بناؤ۔ (حضرت ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ) وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو

۵۔ البقرۃ: ۱۲۵

۶۔ تفسیر فتح العزیز: ج ۱، زیر آیت البقرۃ ۱۲۵۔

کر آپ نے لوگوں میں حج کا اعلان کیا تھا تو آپ کے دونوں قدم مبارک کا نشان اس پتھر پر نقش ہو گیا خانہ کعبہ کے طواف کے بعد دو رکعت تحیۃ الطّواف اس پتھر کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھی جاتی ہے کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اسی پتھر پر کھڑے ہو کر حج کی ندا دی تھی لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے بعد اس پتھر کے نزدیک کھڑا ہونا اور خدا کی عبادت بجا لانا گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے حاضر ہونا اور ان کی حضوری میں خدا کی عبادت بجالانا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

ان الصفا والمروۃ من شعائر اللّٰہ. (۷)

ترجمہ: بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی درج بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

بالجملہ صفا و مروہ را در شعائر اللہ بودن محض بہ برکت حضرت ہاجرہ حاصل گشتہ کہ معیت خاصہ حضرت حق جل وعلا درمیان ہمان دوکوہ باشکوہ درحق ایشاں جلوہ گہ شدہ وحل مشکل ایشاں فرمودوازاں باز شعائر اللہ بودن دراں دوکوہ بمنزلہ جوہر ذاتی انہا گشتہ۔(۸)

ترجمہ: صرف حضرت ہاجرہ کی برکت کے باعث صفا و مروہ کو شعائر اللہ ہونے کا شرف حاصل ہوا اس لیے کہ ان دونوں پر شکوہ پہاڑ کے درمیان حق سبحانہ وتعالیٰ کی معیت خاصہ ان ہی کے حق میں جلوہ گر ہوئی اور اللہ نے اِنھیں دو پہاڑیوں کے درمیان ان کی مشکل حل فرمائی پھر ان دونوں پہاڑیوں کا شعائر اللہ ہونا جوہر ذاتی کے مرتبہ میں ہو گیا۔

۷۔ البقرۃ:۱۵۸

۸۔ تفسیر فتح العزیز: ج۱، سورۂ بقر زیر آیت مذکور

اللہ نے بنی اسرائیل سے ارشاد فرمایا **قولوا حِطّۃٌ نغفر لکم** (۹) (تم کہو ہمیں معاف کر دے ہم تمہاری مغفرت کر دیں گے) اس آیت کی تفسیر میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

بعض مواضع متبرکہ مورد نعمت و رحمت الٰہی گشتہ اند یا بعض خاندان ہائے قدیم اہل صلاح خاصیتے پیدا میکنند کہ درانہا احداث توبہ نمودن وطاعت بجا آوردن موجب سرعت قبول وثمرات نیک می باشد واز ہمیں جاست کہ ابن مردویہ از ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حکایت کردہ کہ ماروزے ہمراہ آنجناب علیہ السلام ہنگام شب درغزوہ یا سفرمی رفتیم چوں آخر شب شد در پشتہ کوہے گذشتیم کہ آنرا دراالحنظل میگفتند آنحضرت فرمودند **ما مثل هذه الثنية الا كمثل الباب الذى قال الله لبنى اسرائيل ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطة نغفر لكم خطايا كم.** (۱۰)

ترجمہ: بعض متبرک مقامات پر نعمت پروردگار اور رحمتِ الٰہی نازل ہوتی ہیں یا بعض اہل صلاح کے قدیم خاندانوں میں یہ خاصیت پیدا ہو جاتی ہے کہ ان کے دست حق پرست پر توبہ کرنا اور ان کی طاعت بجالانا جلدی قبولیت اور اچھے نتائج کا سبب ہوتی ہے اسی باعث ابن مردویہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حکایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں: ہم ایک روز آنحضرت ﷺ کے ساتھ رات کے وقت کسی غزوہ یا سفر میں جا رہے تھے جب ہمارا گزر اس پہاڑی کے پیچھے سے ہوا جس کو لوگ داراالحنظل کہتے ہیں تو حضور نے فرمایا یہ پہاڑی اسی دروازے کی طرح ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا کہ دروازے میں سر جھکائے ہوئے داخل ہو اور یہ کہو بخش دے، ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔

۹۔ البقرۃ:۵۸

۱۰۔ تفسیر فتح العزیز: ج ۱، سورۂ بقر زیر آیت مذکور

شاہ صاحب سورۂ قدر کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

از مضمون ایں سورہ معلوم میشود کہ عبادات وطاعات را بسبب اوقات نیک و مکانات متبرکہ وحضور واجتماع صالحان در ایجاب ثواب و ایراث برکات و انوار مزیتے عظیم حاصل می شود۔(۱۱)

ترجمہ: اس سورت کے مضمون سے معلوم ہوا کہ عبادات و طاعات کو نیک اوقات، مبارک مقامات اور صالحین کی موجودگی کی وجہ سے ثواب اور برکات وانوار کے سلسلہ میں ایک خصوصیت حاصل ہوتی ہے۔

بخاری شریف میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور ﷺ کا موئے مبارک تھا جس وقت کسی کو کوئی تکلیف درپیش ہوتی تو وہ اس بال سے شفا طلب کرتے تھے۔(۱۲)

صحیح مسلم میں ہے کہ ابن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا:

اصابنی فی بصری بعض شئ فبعثت الی النبی ﷺ انی احب ان تاتینی وتصلی فی منزلی فاتخذہ مصلی وفی روایۃ فخط لی خطا. (۱۳)

ترجمہ: میری آنکھوں میں کوئی مرض ہو گیا تو میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس کہلا بھیجا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ تشریف لا کر میرے گھر میں نماز پڑھ کر اس جگہ نماز گاہ بنا دیں اور ایک روایت میں آتا ہے کہ میرے واسطے ایک خط کھینچ دیں۔

۱۱۔ مرجع سابق زیر تفسیر سورۂ القدر

۱۲۔ صحیح بخاری: کتاب اللباس، باب ما یذکر فی الشیب

۱۳۔ مسلم: کتاب الایمان، باب الدلیل علی من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعاً

امام نووی شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ای اعلم لی علی موضع لا تخذہ مسجدا ای اجعل صلوتی فیہ متبرکا باثارک وفی ھذا الحدیث انواع من العلم ففیہ التبرک باثار الصالحین. (۱۴)

ترجمہ: یعنی میرے لیے کسی جگہ پر علامت بنا دیں تا کہ میں اسے سجدہ گاہ بنا لوں یعنی اس جگہ آپ کے آثار سے برکت حاصل کرتے ہوئے اپنی نماز ادا کروں۔ اس حدیث میں علم کے کئی نکات ہیں، اس حدیث سے صالحین کے آثار سے برکت حاصل کرنا ثابت ہے۔

نسائی میں مروی ہے کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے بچے ہوئے وضو کے پانی کو اپنے وطن لے گئے تھے۔ (۱۵)

علامہ علی قاری نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں حافظ ابن حجر کا قول نقل کیا ہے کہ:

وفیہ التبرک بفضلہ ﷺ ونقلہ الی البلاد ونظیرہٗ ماء زمزم. (۱۶)

ترجمہ: اس حدیث میں حضور ﷺ کے بچے ہوئے پانی سے برکت حاصل کرنے اور اسے اپنے ملک لے جانے کا ثبوت ہے اور اس کی نظیر زمزم کے پانی میں موجود ہے۔

وہ آگے لکھتے ہیں:

ویوخذ من ذلک ان فضلۃ وارثیہ من العلماء والصلحاء کذلک. (۱۷)

۱۴۔ شرح النووی علی صحیح مسلم، ج:۱/ص:۲۴۴، دار احیاء التراث بیروت

۱۵۔ سنن نسائی: کتاب المساجد، باب اتخاذ البیع مساجد

۱۶۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: کتاب الصلوٰۃ، باب المساجد ومواضع الصلاۃ

۱۷۔ مرجع سابق

ترجمہ: اور اسی سے یہ بات اخذ کی جاتی ہے کہ حضور کے وارثین علما و صلحا کا بچا ہوا پانی اسی طرح ہے (یعنی اس سے برکت حاصل کی جاسکتی ہے)۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا جب حجون پہاڑ کے پاس سے گزرا کرتی تھیں تو درود شریف پڑھتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ یہاں اترے تھے۔(۱۸) مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کسی جماعت کے لیے حضور ﷺ کا پیالہ نکالا تو لوگوں نے اس سے پانی پیا اور اپنے سروں پر ملا اور حضور علیہ التحیۃ والتسلیم پر درود شریف پڑھا۔ صحیح مسلم میں ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ نے ایک جبہ نکالا اور کہا یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جبہ ہے جس کو آپ زیب تن فرماتے تھے ہم اس کو بیماروں کے واسطے دھوتے ہیں اور شفا طلب کرتے ہیں (۱۹) امام بیہقی اور امام حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی غزوۂ یرموک میں کلاہ شریف گم ہوگئی آپ نے بہت تلاش کے بعد اسے پایا پھر آپ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے عمرہ کر کے حلق فرمایا اور لوگوں نے آپ کے موئے مبارک لیے میں نے آپ کی پیشانی مبارک کے بال حاصل کیے اور برکت کی غرض سے اپنی ٹوپی میں رکھ لیے اب میں جس جنگ میں بھی اس ٹوپی کے ساتھ حاضر ہوتا ہوں اس میں فتحیاب ہوتا ہوں۔(۲۰)

کتب احادیث میں وارد ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے موئے مبارک کو خود اپنے صحابہ میں تقسیم کرنے کا حکم فرمایا۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان النبی ﷺ دعا بالحلاق وناول الحالق شقه الایمن فحلقه ثم دعا ابا طلحة الانصاری فاعطاه ایاه ثم ناول شقه الایسر فقال

۱۸۔ بخاری: کتاب العمرۃ، باب متی یحل المعتمر، (حجون مکہ شریف کے پاس ایک پہاڑی کا نام ہے)۔

۱۹۔ مسلم: کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم لبس الحریر وغیر ذلك للرجال

۲۰۔ المستدرک للحاکم، ج:۳/ص:۳۳۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت

احلق فحلقه فاعطاه ابا طلحة وقال اقسمه بين الناس. (۲۱)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے حلق کرنے والے کو بلایا اس نے آپ کے داہنی جانب کے بال لیے اور ان کو حلق کیا پھر حضور علیہ السلام نے ابوطلحہ کو بلا کر خاص طور پر وہ بال ان کو عطا فرمائے پھر آپ نے بائیں جانب کے بال کو لیا اور فرمایا اس کو مونڈ و حلاق نے اس کو مونڈا پھر حضور نے یہ بال ابوطلحہ کو دے کر فرمایا ان کو لوگوں کے درمیان تقسیم کردو۔

کتب احادیث میں یہ روایت بھی مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب حضور علیہ السلام کے دست حق پرست پر بیعت کی اس وقت سے اپنے داہنے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو نہیں چھوا۔ شفا شریف میں علامہ قاضی عیاض لکھتے ہیں:

ومن اعظامه واكباره اعظام جميع اسبابه واكرام مشاهده وامكنته من مكة والمدينة ومعاهده وما لمسه ﷺ أوعرف به وروى عن صفية بنت نجدة قالت كان لابى محذورة قصة فى مقدم رأسه اذا قعدو أرسلها أصابت الارض فقيل له الا تحلقها فقال لم اكن بالذى احلقها وقد مسّها رسول اللّٰه ﷺ بيده. (۲۲)

ترجمہ: حضور علیہ السلام کی تعظیم و تکریم میں سے آپ کے تمام اسباب و مشاہد کی تعظیم کرنا ہے اور آپ سے متعلق مقامات و معاہد مثلاً مکہ اور مدینہ کی تعظیم نیز آپ ﷺ نے جس چیز کو چھوایا جو آپ کے تعلق سے پہچانی جاتی ہے اس کی تعظیم کرنا ہے حضرت صفیہ بنت نجدہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ابومحذورہ کے سر کے اگلے حصہ میں بالوں کا گچھا تھا جب وہ بیٹھ کر اس

۲۱۔ مسلم: کتاب الحج، باب بیان ان السنة يوم النحران يرمى ثم ينحر ثم يحلق

۲۲۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ: ج۲/ص:۵۶

گچھے کو چھوڑتے تھے تو وہ زمین تک پہنچ جاتا تھا۔ آپ سے کہا جاتا کہ آپ اسے حلق کیوں نہیں کراتے تو آپ فرماتے میں اسے کیسے کٹوا سکتا ہوں جبکہ حضور علیہ السلام نے اسے چھوا ہے۔

علامہ قاضی عیاض شفا میں مزید فرماتے ہیں:

وکانت فی قلنسوة خالد بن الولید شعرات من شعره ﷺ فسقطت قلنسوته فی بعض حروبه فشد علیها شدة انکر علیه اصحاب النبی ﷺ کثرة من قتل فیها فقال لم افعلها بسبب القلنسوة بل تضمنه من شعره ﷺ لئلا اسلب برکتها وتقع فی ایدی المشرکین وروی ابن عمر واضعا یده علی مقعد النبی ﷺ من المنبر ثم وضعها علی وجهه ولهذا مالک رحمه اللّٰه لا یرکب بالمدینة دابة وکان یقول استحی من اللّٰه ان اطاء تربة فیها رسول اللّٰه ﷺ یحافر دابة. (۲۳)

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں آنحضرت ﷺ کے چند موہائے مبارک تھے، آپ کی وہ ٹوپی کسی جنگ میں گر گئی آپ پر اس کا گرنا گراں گزرا اصحاب رسول نے اس جنگ میں مقتولین کی کثرت کے سبب آپ پر نکیر فرمائی آپ نے فرمایا میں اپنی ٹوپی کی وجہ سے ایسا نہیں کر رہا ہوں بلکہ اس لیے کہ اس ٹوپی میں آنحضرت ﷺ کے موئے مبارک تھے کہیں میں اس کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤں اور وہ ٹوپی مشرکین کے ہاتھ میں چلی جائے۔ مروی ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے منبر پر بیٹھنے کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھتے اور اس ہاتھ کو اپنے چہرہ پر لگا لیتے۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں کسی جانور پر سوار نہیں ہوتے تھے اور

۲۳۔ مرجع سابق، نفس الصفحہ

آپ فرماتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ سے شرم کرتا ہوں کہ میں اس مٹی کو جانور کے کھر سے روندوں جس میں رسول اللہ ﷺ آرام فرما ہیں۔

اسی شفاء میں ہے:

وضع (ﷺ) یده علی رأس حنظلة حذیم و برک علیه فکان حنظلة یوتی قد ورم وجهه والشاة ورم ضرعها فیوضع علی موضع کف النبی ﷺ فیذهب الورم. (۲۴)

ترجمہ: حضور ﷺ نے حضرت حنظلہ کے سر پر اپنا دست مبارک رکھا اور برکت کی دعا کی پھر حضرت حنظلہ کے پاس کوئی آدمی لایا جاتا جس کے چہرہ پر ورم ہوتا یا کوئی ایسی بکری آتی جس کے تھن متورم ہوتے تو آپ حضور ﷺ کے ہاتھ رکھنے کی جگہ متورم مقام پر رکھ دیتے تو ورم دور ہو جاتا۔

ایک دوسرے مقام پر علامہ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ:

أنه لایتوضأ الا ابتدروا وضوئه وکادوا یقتتلون علیه ولا یبصق بصاقا ولا یتنخم نخامة الا تلقوها باکفهم فدلکوا بها وجوههم واجسادهم ولا تسقط منه شعرة الاابتدروها. (۲۵)

ترجمہ: حضور علیہ السلام وضو فرماتے تو صحابہ آپ کے وضو کے پانی کو حاصل کرنے کے لیے دوڑتے، قریب تھا کہ اس کے لیے قتال کریں اور حضور جب تھوکتے یا ناک صاف کرتے تو صحابہ اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے چہروں اور جسموں پر مل لیتے آپ کے موئے مبارک کو حاصل کرنے کے لیے جلدی کرتے۔

استیعاب میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے بوقت وصال وصیت فرمائی:

انی صحبت رسول اللّٰہ ﷺ فخرج لحاجة فتبعته باداوة

۲۴۔ الشفاء، ج:۱/ص:۳۳۴، الباب الرابع: فصل فی کراماته

۲۵۔ مرجع سابق ج۲/ص:۳۹، الباب الثالث فی تعظیم امره: فصل فی عادة الصحابة فی تعظیمه
نیز دیکھئے: بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب

فکسانی احد ثوبیه الذی کان علی جسده فخبأته لھذا الیوم واخذ رسول اللّٰہ ﷺ من اظفارہ وشعرہ ذات یوم فاخذتہ وخباتہ لھذا الیوم فاذا مت فاجعل ذلک القمیص دون کفنی ممایلی جسدی وخذ ذلک الشعر والاظفار فاجعلہ فی فمی وعلی عینی ومواضع السجود منی. (۲۶)

ترجمہ: میں حضور علیہ السلام کی صحبت سے مشرف ہوا ایک دن حضور رفع حاجت کے واسطے تشریف لے گئے تو میں برتن لے کر آپ کے پیچھے گیا آپ نے اپنا ایک کپڑا جو آپ کے بدن اقدس سے متصل تھا مجھے عنایت فرمایا میں نے اس دن کے لیے اسے سنبھال کے رکھا ایک دن آپ ﷺ نے ناخن اور موئے پاک تراشے، میں نے لے کر اس دن کے لیے اٹھا رکھے جب میں مر جاؤں تو حضور کی قمیص شریف کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا اور موئے مبارک اور ناخنوں کو میرے منھ آنکھوں اور پیشانی وغیرہ اور سجدہ کرنے کی جگہوں پر رکھنا۔

سبل الہدی والرشاد میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو اپنا عصا عنایت فرمایا جب حضرت عبداللہ بن انیس کو دفن کیا تو وہ عصا مبارک آپ کی وصیت کے مطابق لوگوں نے آپ کے کفن میں رکھا اور اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ مدینہ منورہ کے ناموں میں سے مطہرہ اور شافیہ ہے حدیث میں وارد ہے کہ اس کی مٹی ہر بیماری کی شفا ہے ابن سدی نے فرمایا بخار زدہ کے لیے مدینہ مطہرہ کے ناموں کو اپنے پاس رکھنا شفا ہے۔ اسی کتاب میں ہے کہ جن مقامات پر حضور ﷺ نے دعا فرمائی ان جگہوں پر دعا قبول ہوتی ہے۔ طبقات سبکی میں لکھا ہے امام حاکم صاحب مستدرک نے فرمایا کہ میں نے حافظ ضبعی سے سنا انھوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی انگوٹھی حضور ﷺ اور خلفاے کرام کی انگشت میں داخل کر رہے ہیں امام ضبعی نے

۲۶۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۳/ص:۱۴۱۹، دار الجیل بیروت

وصیت فرمائی کہ اس انگوٹھی کو میرے ساتھ دفن کر دینا امام سبکی فرماتے ہیں کہ یہ بات از قبیل استحسان ہے کہ میت جس چیز کو متبرک سمجھ رہی ہے اسے میت کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔

بخاری شریف میں ہے:

ان امرأة جاء ت النبی ﷺ ببردة منسوجة فیها حاشیتها قالت نسجتها بیدی فجئت لاکسوکها فاخذها النبی ﷺ محتاجا الیها فخرج الینا وانها ازاره فحسنها فلان فقال اکسینها مااحسنها قال القوم ما احسنت لبسها النبی ﷺ محتاجا الیها ثم سالته وعلمت انه لا یرد قال واللّٰہ ماسالته لا لبسها انّما سالته لتکون کفنی قال سهل فکانت کفنه. (۲۷)

ترجمہ: ایک عورت آنحضرت ﷺ کے پاس ایک کناری دار چادر لے کر آئی، اس عورت نے کہا میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھوں سے بُنا ہے میں اس کو لے کر آئی تا کہ آپ کو پہناؤں۔ حضور نے اس چادر کو لے لیا اور آپ کو اس کی ضرورت تھی پھر حضور اس کو پہن کر ہمارے پاس تشریف لائے تو ایک شخص نے اس چادر کی تعریف کی اور کہا یا رسول اللہ! کیا ہی اچھی چادر ہے اس کو مجھے پہنا دیجئے (حضور نے وہ چادر اسے عطا کر دی) لوگوں نے اس شخص سے کہا تم نے اچھا نہیں کیا حضور اس چادر کو ضرورت کے باعث پہنے ہوئے تھے اور تم نے اس کا سوال کر لیا حالانکہ تم جانتے ہو کہ حضور کسی کا سوال رد نہیں کرتے۔ اس شخص نے کہا بخدا اس چادر کو میں نے پہننے کے لیے نہیں مانگا میں نے حضور سے اس لیے سوال کیا تا کہ یہ چادر میرا کفن بن جائے۔ حضرت سہل کہتے ہیں بالآخر وہ چادر اس شخص کا کفن بنی۔

۲۷۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب من استعد الکفن فی زمن النبی ﷺ فلم ینکر علیه

استیعاب وغیرہ کتب میں ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ ماجدہ نے وفات پائی حضور نے ان کے کفن کے لیے اپنی قمیص دی اوران کی قبر میں داخل ہوکران کو کروٹ سے لٹایا لوگوں نے عرض کیا دو چیزیں ہم نے ایسی دیکھیں جو کسی دوسرے کے لیے نہیں دیکھیں تو حضور نے فرمایا قمیص پہنانے کا مقصد یہ تھا کہ دوزخ کی آگ ان کو نہ چھوئے اوران کو جنتی حلہ نصیب ہو اور قبر میں اس لیے داخل ہوا تا کہ ان پر آسانی ہواوران کی قبر کشادہ ہو۔(۲۸)

سید محمد ہاشم نے حیات القلوب میں لکھا ہے کہ مولانا سندی نے ''منسلک متوسط'' اور علامہ علی قاری نے اس کی شرح میں ایک مفید کلام ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

> وہ مساجد وآثاراور کنوئیں جو آنحضرت ﷺ کی جانب منسوب ہیں ان کی زیارت کرنا مستحب ہے خواہ اس کو یقین کے ساتھ جان چکے ہوں کہ یہ بعینہٖ وہی آثار اور کنوئیں ہیں یا صرف وہ مشہور ہوں۔ علماے احناف، شوافع، مالکیہ، حنابلہ کی ایک بڑی جماعت نے مطلقاً اس کے استحباب کی صراحت فرمائی ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے کے لیے (سفر میں) اسی جگہ (سواری سے) اترنے کی کوشش کیا کرتے تھے جہاں پیغمبر اسلام ﷺ اترے تھے۔

انفاس رحیمیہ میں شاہ عبدالرحیم صاحب (والد شاہ ولی اللہ) شیخ فیض اللہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

> اے برادر! فیض اللہ جب یہ مکتوب پہنچے تو دلِ آگاہ پر پہنچے۔ آپ جانتے ہیں کہ دلِ آگاہ کیا چیز ہے یہ وہ دل ہے جو صفت ادب کے ساتھ متصف ہو اور ادب کی تین قسمیں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کا ادب، رسول کا ادب اور مخلوق کا ادب اور جس نے ادب کی محافظت کی وہ مردوں کے مقام پر پہنچ گیا۔
>
> امام مالک علیہ الرحمۃ والرضوان مدینہ منورہ کی گلی، کوچوں میں سواری پر سوار

۲۸۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ج۴، ص۱۸۹۱، دارالجیل بیروت

نہیں ہوتے تھے اور ہر پرانی عمارت کا تمامتر ادب کے ساتھ اس امید پر
بوسہ لیتے کہ شاید آنحضرت ﷺ کا دست مبارک اس دیوار پر پہنچا ہو۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ''انتباہ الاذکیا'' میں امیر سید علی ہمدانی کے احوال میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت امیر سید علی ہمدانی نے خود لکھا ہے:

جب میں حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کے قدم مبارک کی زیارت کرنے سراندیپ گیا تو جب میں اس کے نزدیک پہنچا تو ایک عظیم واقعہ میں نے دیکھا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ''انفاس العارفین'' میں اپنے والد ماجد کے واقعات کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ حضرت والد محترم فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ مجھے شدید بخار آیا اور بیماری طویل ہوگئی، زندگی کی امید باقی نہ رہی، اس وقت مجھ پر غنودگی طاری ہوئی، خواب میں حضرت عبدالعزیز علیہ الرحمہ ظاہر ہوئے اور انھوں نے فرمایا اے فرزند! رسول اللہ ﷺ تیری عیادت کے واسطے تشریف لاتے ہیں، شاید اسی وجہ سے تشریف لائے ہیں اور تیرے پیر ان کی جانب ہیں اپنے تخت کو دوسری جانب پھیر دو مجھے افاقہ ہوا اور مجھ میں بولنے کی قوت نہ تھی میں نے موجود لوگوں کو اشارہ کیا یہاں تک کہ انھوں نے میرے تخت کو دوسری جانب کر دیا اسی وقت حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا **کیف حالک؟** (تمہارا حال کیسا ہے) اس گفتار کی حلاوت وچاشنی میرے اوپر چھا گئی ایک عجیب وجد وکیف اور اضطرابی کیفیت مجھ پر ظاہر ہوئی آنحضرت ﷺ نے مجھے اس طرح آغوش میں لے لیا کہ آپ کی ریش مبارک میرے سر کے اوپر تھی اور قمیص مبارک میرے اشکوں سے تر ہو چکی تھی۔ آہستہ آہستہ اس وجد نے سکون پایا، اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ ایک مدت سے موئے مبارک کی آرزو رکھتا ہوں کیا ہی کرم وفضل ہوا اگر اس وقت حضور عطا فرما دیں میرے دل کے اس خیال پر آپ ﷺ آگاہ ہو

گئے اور اپنی ریش مبارک کی جانب ہاتھ بڑھایا اور دو موئے مبارک میرے ہاتھ میں دیے، میرے دل میں خیال آیا کہ یہ دونوں موئے مبارک عالم شہادت میں باقی رہیں گے یا نہیں؟ میرے دل کے اس خیال سے بھی آپ آگاہ ہو گئے اور فرمایا یہ دونوں بال اس عالم میں بھی باقی رہیں گے اس کے بعد مجھے صحت کلی اور درازیِ عمر کی بشارت دی اسی وقت میں بے دار ہو گیا، میں نے چراغ طلب کیا لیکن ان دونوں موئے مبارک کو نہیں پایا میں بہت غم زدہ ہوا حضور کی بارگاہ عالی میں توجہ کی غیب منکشف ہوا کہ آنحضرت ﷺ متمثل ہوئے اور فرمایا آگاہ رہو کہ ہم نے وہ دونوں بال احتیاط کی وجہ سے تکیے کے نیچے رکھ دیئے ہیں تم وہاں سے لے لو، میں بے دار ہوا اور میں نے وہاں ان کو پایا اور ایک جگہ تعظیم کے ساتھ میں نے محفوظ کر دیئے۔

اسی گفتگو کے دوران آپ (شاہ عبدالرحیم صاحب) نے فرمایا کہ ان دونوں موئے مبارک کے خواص میں سے پہلی خاصیت یہ ہے کہ دونوں موئے مبارک باہم لپٹے ہوئے رہتے ہیں جب درود پڑھا جاتا ہے تو ہر ایک دوسرے سے جدا ہو جاتا ہے۔ دوسری خاصیت یہ ہے کہ ایک مرتبہ تین منکرین آثار لوگوں نے ان بالوں کا امتحان لینا چاہا میں اس بے ادبی کے لیے راضی نہیں ہوا، جب مناظرہ طویل ہوا تو ان دونوں بالوں کو سورج کے سامنے لایا گیا اسی وقت ایک بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا حالانکہ دھوپ بہت تیز تھی اور ابر کا موسم ہر گز نہیں تھا ان تینوں منکرین میں سے ایک نے توبہ کر لی اور دوسرے نے کہا یہ اتفاقی واقعہ ہے دوسری بار بالوں کو لائے، دوسری بار پھر بادل ظاہر ہوا دوسرے شخص نے بھی توبہ کر لی۔ تیسرے نے کہا یہ بھی اتفاقی واقعہ ہے تیسری بار دھوپ میں لے کر آؤ تیسری بار پھر بادل کے ٹکڑے نے سایہ کیا، تیسرا شخص بھی توبہ کرنے والوں میں شامل ہو گیا۔

> ان موئے مبارک کی تیسری خاصیت یہ ہے کہ بڑے مجمع میں زیارت کی غرض سے میں موئے مبارک لایا، چابی کو میں نے تالے میں لگایا اور کھولنے کی کوشش کی لیکن تالا نہیں کھلا تو اپنے قلب کی جانب میں نے توجہ کی تو معلوم ہوا کہ فلاں شخص جنبی ہے اس کی جنابت کی شامت سے زیارت میسر نہیں ہو رہی ہے میں نے پردہ پوشی کی اور سب کو طہارت کی تجدید کا حکم دیا جنبی اس مجمع سے جیسے ہی گیا اسی وقت آسانی سے تالا کھل گیا اور ہم نے زیارت کی۔ حضرت والا نے اپنی آخر عمر میں تبرکات شریفہ تقسیم فرمائے اور ان دو موئے مبارک میں سے ایک راقم الحروف (شاہ ولی اللہ دہلوی) کو عنایت فرمایا **الحمد للّٰہ رب العالمین** ملخصاً۔(۲۹)(۳۰)

اسی کتاب میں شاہ عبدالرحیم صاحب کے مرشد گرامی خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی کے احوال میں لکھا ہے کہ:

> حرمین میں ایک شخص نے اپنے بزرگوں سے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کلاہ مبارک تبرکاً پائی۔ رات میں حقیقتاً اس نے غوث الاعظم کو دیکھا آپ نے فرمایا کہ کلاہ ابوالقاسم اکبرآبادی کو پہنچا دو۔ اس شخص نے امتحان کے لیے ایک قیمتی موتی اس ٹوپی کے ساتھ کر دیا اور کہا یہ دونوں تبرک حضور غوث الاعظم کے ہیں انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کو پہنچا دوں ابوالقاسم اکبرآبادی نے بہت خوش ہو کر لے لیا۔ اس شخص نے آپ سے کہا اس تبرک

۲۹۔ انفاس العارفین، ترجمہ سید فاروق احمد قادری، ص ۱۰۴ تا ۱۰۵، مکتبۃ الفلاح دیوبند (سنہ ندارد)

۳۰۔ یہ وہی موئے مبارک تھا جس کی زیارت شاہ ولی اللہ صاحب، شاہ عبدالعزیز صاحب، مولوی رفیع الدین صاحب اور مولوی عبدالقادر صاحب ہر سال خاص و عام کے مجمع میں کیا کرتے تھے، صندل کا وہ برادہ جو موئے مبارک کے صندوق میں تھا اس کو بطور تبرک تقسیم فرمایا کرتے تھے اور صندوق کو کمال تعظیم کے ساتھ اپنے سر پر رکھ کر اپنے دولت خانہ سے باہر لایا کرتے تھے، تمام لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے، اور بہ آواز بلند درود شریف پڑھتے تھے، زیارت کے بعد شیرینی پر فاتحہ ہوتی تھی اور تقسیم کی جاتی تھی۔ (فقیر عبدالقادر قادری)

کے حاصل ہونے کے شکر میں اہل شہر کی دعوت کر دیں آپ نے حکم دیا کہ صبح کو لوگ آئیں صبح کو بے شمار لوگ آئے اور خوب کھانا کھایا لوگوں نے دعا پڑھ کر ان سے پوچھا کہ آپ ایک فقیر آدمی ہیں اتنا زیادہ کھانا آپ نے کہاں سے پایا؟ آپ نے فرمایا کہ موتی کو میں نے بیچ دیا اور تبرک کو حفاظت سے رکھ لیا تو سب نے کہا الحمدللہ تبرک مستحق کے پاس پہنچا۔

دوسری فصل تبرکات مثالیہ غیر مصنوع کے بیان میں

شفا شریف میں قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ

حضرت کابس بن ربیعہ جب حضرت معاویہ کے پاس آتے تو حضرت معاویہ بہت ادب کے ساتھ ان سے پیش آتے اور ان کو اپنے تخت پر بٹھاتے کیونکہ آپ حضورﷺ سے صورتاً مشابہت رکھتے تھے۔

مواھب اللد نیہ اور مدارج النبوۃ میں لکھا ہے:

اہلِ بیت کرام میں سے ایک شخص جن کا نام یحییٰ تھا آپ کی پشت پر مہر ختم نبوت کے مقام پر مرغی کے انڈے کے برابر ایک چیز تھی جو مہر ختم نبوت کے مشابہ تھی جب آپ حمام میں داخل ہوتے تو آپ کے پاس بھیڑ جمع ہو جاتی لوگ حضورﷺ پر درود بھیجتے اور آپ کی پشت کا بوسہ لیتے۔

علامہ قاضی عیاض نے شفاء شریف میں نقل کیا ہے کہ احمد بن فضلویہ نے کہا

ما مسست القوس بیدی الاعلی طھارۃ منذ بلغنی ان النبی ﷺ اخذ القوس بیدہ. (۳۱)

ترجمہ: میں کمان کو پاکی کی حالت میں ہی چھوتا ہوں جب سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضورﷺ نے اس کمان کو اپنے دست مبارک سے پکڑا ہے۔

۳۱۔ الشفاء، ج:۲/ص:۵۷، الباب الثالث فی تعظیم امرہ : فصل و من اعظامہ الخ

مجمع البحار میں ہے کہ علماے کرام آثار شریفہ کو دیکھ کر درود پڑھنے کو مستحب جانتے ہیں لہٰذا جو شخص خوشبو سونگھے اور یاد کرے کہ حضور ﷺ خوشبو کو پسند فرماتے تھے تو اس کا ایسا کرنا آثار شریفہ کو دیکھنے کی طرح ہے اور اس ارادے سے درود پڑھنا مستحب ہے۔

تذہیب التہذیب میں لکھا ہے کہ

سہل بن عبداللہ تستری نے ابوداؤد صاحب سنن سے کہا کہ آپ اپنی اس زبان کو باہر نکالیے جو آنحضرت ﷺ کی حدیث پڑھتی ہے تاکہ میں اس کا بوسہ لوں۔ حضرت ابوداؤد نے اپنی زبان کو باہر نکالا تو سہل بن عبداللہ نے اس کا بوسہ لیا۔ (۳۲)

تیسری فصل تبرکات مثالیہ مصنوعیہ کے بیان میں

آنحضرت ﷺ کے نعل مبارک کے مثال ونقش کی تعظیم وتکریم کرنا حاجتوں میں اس سے توسل کرنا مرادات کے حصول اور بلیات کے دور ہونے میں اس کی برکت سمجھنا عہد تابعین سے لے کر اب تک جمہور ائمہ دین کے درمیان رائج اور جاری وساری ہے اور بہت سے علماے کرام نے اس کی خصوصیات میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

علامہ حافظ احمد بن محمد المغربی محدث تلمسانی نے "**فتح المتعال فی مدح النعال**" نامی ایک مبسوط کتاب لکھی جو ایک مقدمہ، چار باب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے اس کے دوسرے باب میں آپ لکھتے ہیں کہ:

امام ابوبکر بن العربی، حافظ ابوالربیع کلاعی، حافظ ابوعبداللہ ابن الآبار، ابن رشید فہری، ابن مرزوق، حافظ ابن عساکر، سراج الدین بلقینی، حافظ سخاوی، امام سیوطی، اور امام قسطلانی وغیرہ نے حضور کی نعل مبارک کی مثال کا ذکر کیا ہے اور اس کی روایت واجازت ان اکابر سے انتہا تک متعدد

۳۲۔ تہذیب التہذیب، ابن حجر عسقلانی، ج ۴، ص ۱۵۱، دار الفکر بیروت

طرق سے سند متصل کے ساتھ مذکور ہے ایک سند اسماعیل بن ابراہیم پر مکمل ہوتی ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسہ ہیں۔ان کے پاس حضور کی اصل نعل مبارک تھی ان کے صاحبزادے جو امام مالک، امام ثوری اور امام وکیع کے استاذ ہیں، نے ابواویس کو دی، ابواویس (جن سے امام مسلم، ترمذی، اور نسائی نے روایت کی ہے) نے نعل مبارک کی مثال اپنے صاحبزادے اسماعیل کو دی جو امام مالک کے بھانجے اور امام بخاری کے شیخ ہیں۔(۳۳)

اسی طرح کئی سندیں لکھی گئی ہیں، اور ان سندوں سے نعل پاک کی کئی مثالیں حافظ تلمسانی نے نقل کی ہیں، ان میں سے ایک کے بارے میں لکھا ہے کہ

یہ ابن عربی، ابن عساکر، ابن مرزوق، بلقینی، امام سخاوی، امام سیوطی، ابن فہد وغیرہ کی معتمد علیہ ہے۔(۳۴)

محمد بن علی دمشقی ’’صاحب عقود الجمان فی مناقب النعمان‘‘ سبل الہدیٰ میں اور حافظ علقمی حاشیہ جامع صغیر میں نعل مبارک کا ناپ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اس کی لمبائی دو انگشت چوڑائی دونوں گٹوں سے متصل سات انگشت قدم کا باطن پانچ انگشت اوپری حصہ چھ انگشت کنارہ باریک اور قبالتین کے درمیان دو انگشت ہے۔

علامہ تلمسانی نے مثال مبارک کی تعریف و توصیف میں فتح المتعال کے تیسرے باب میں مصنفین متقدمین، علماے معاصرین اور خود اپنے تین سو تیس اشعار ذکر کیے ہیں بطور نمونہ چند اشعار یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

حافظ ابن عساکر نے فرمایا:

یا شبہ نعل المصطفی روحی الفداء　　　لـمحلک الاسمی الشریف العالی

۳۳۔ فتح المتعال: ص ۱۱۱/ و ما بعد ملخصاً، دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد ۱۳۳۴ھ

۳۴۔ مرجع سابق

ترجمہ: اے نعل مصطفیٰ کی شبیہ میری روح تجھ پر قربان وفدا ہو تیرے اشرف واعلیٰ مرتبہ ومقام کے سبب۔

شیخ فتح اللہ البیلونی الحلبی کہتے ہیں:

یا مثالا لنعل خیر البرایا — بک نستدفع العنا و البلایا

بک نرجو الشفا من کل داء — بک نستمنج الا له العطایا

لک یا مثل نعله مثل ما کان — لها من فضیلة و مزایا

و کفی شاهد الذٰلک ما — یطهر للعین مبصرا فی المرایا

ترجمہ: اے افضل مخلوق کے نعل مبارک کی مثال! تیرے ذریعہ ہم تکلیفوں اور بلاؤں کو دور کرتے ہیں تیرے واسطہ سے ہم ہر بیماری سے شفا کی امید رکھتے ہیں اور تیرے وسیلہ سے ہم معبود کے عطیات کو چاہتے ہیں۔اے حضور ﷺ کے نعلین کی مثال تیری بھی وہی فضیلت اور خصوصیت ہے جو نعلین مبارک کو حاصل ہے،اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آنکھ آئینہ میں دیکھنے والے ہی کو دیکھتی ہے۔

امام ابوالخیر محمد بن محمد الجزری فرماتے ہیں:

یا طالبا تمثال نعل نبیه — ها قدوجدت الی اللقاء سبیلا

من یدعی الحب الصحیح فانه — یثبت علی ما یدعیه دلیلا

ترجمہ: اے اپنے نبی کی نعل مبارک کی مثال کے طالب! آگاہ ہو جا تو نے (محبوب کی) ملاقات کی راہ پالی ہے جو صحیح محبت کا دعویٰ کرتا ہے وہ اپنے دعویٰ کو دلیل سے ثابت کرتا ہے۔

امام تلمسانی نے باب چہارم میں نعل مبارک کی مثال کے کچھ خواص اور مجرب فوائد نقل فرمائے ہیں جو ایسے معتمد علیہ علما سے مروی ہیں جن کی خبروں کی صداقت میں شک وشبہ کا گزر نہیں اور جن کی جانب سوائے تعظیم وتکریم کے نگاہیں نہیں اٹھتیں۔خلاصہ کے طور پر کچھ یہاں نقل کیا جاتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

نعل مقدس کی مثال کے فوائد مزید بیان کے محتاج نہیں ہیں کیونکہ مشاہدہ اس سے بے نیاز کر رہا ہے، ائمہ کرام کی ایک جماعت نے اس میں سے کچھ کا ذکر کیا ان میں سے بعض وہ ہیں جن کا ذکر شیخ امام ابواسحاق نے کیا ہے، جیسا کہ ان سے ابن عساکر وغیرہ نے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ قاسم بن محمد نے ہمیں خبر دی انہوں نے کہا مجھ سے ابو جعفر نے بیان کیا کہ کسی طالب علم کو میں نے نعل مبارک کی مثال دی وہ ایک دن میرے پاس آیا اور اس نے کہا میں نے گذشتہ رات اس مثال مبارک سے عجیب وغریب برکت دیکھی میری بیوی کے شدید درد اٹھا گویا وہ درد اسے ہلاک کر دے گا میں نے درد کے مقام پر نعل مبارک کو رکھا اور عرض کی: اے اللہ! مجھے اس نعل مبارک کے صاحب کی برکت دکھا اللہ نے اسی وقت میری اہلیہ کو شفا عطا فرمائی۔

قاسم بن محمد نے کہا کہ اس مثال مبارک کی مجرب برکت میں سے یہ ہے کہ جس نے اس کو اپنے پاس تبرک کی غرض سے رکھا اس کے لیے ناگہانی آفت، دشمنوں کی عداوت سے امان اور ہر سرکش شیطان اور ہر حاسد کی نظر سے حفاظت ہے اور اگر اس کو کوئی حاملہ عورت اپنے دہنی ہاتھ میں پکڑے اور اس پر تکلیف شدید ہو تو اللہ کی قدرت سے اس کا معاملہ آسان ہو جائے گا۔

ان برکات میں سے ایک وہ ہے جس کو مجھ سے شیخ ابن حسب النبی نے بیان کیا کہ ان کے کوئی چیز نکلی یہ نہیں پہچانا جاتا تھا کہ وہ کیا ہے اور تکلیف بہت زیادہ ہوئی تو انھوں نے اس کو بہت سے طبیبوں کے سامنے پیش کیا لیکن کسی نے اس کی دوا نہیں پائی تو انھوں نے نعل مبارک کی مثال کو درد کے مقام پر رکھا تو بخدا ان کا درد ختم ہو گیا گویا کہ تھا ہی نہیں۔

اور اس کی برکات میں سے یہ ہے جس کا میں نے اپنے ماتھے کی آنکھوں

سے مشاہدہ کیا وہ یہ کہ میں نے سمندر کا سفر کیا ہم ہلاکت کے قریب ہو گئے اہل کشتی نجات سے مایوس ہو گئے تو میں نے نعل مبارک کی مثال انیس الغراب کے لئے بھیجی تا کہ وہ اس سے توسل کرے تو اللہ نے عافیت عطا کر کے ہم پر احسان فرمایا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس نعل مبارک کی مثال کے فوائد ومنافع مشہور ہیں اور اس کے خواص جو اظہر من الشمّس ہیں اور اس کے وسیلہ سے شفا طلب کرنا ان علما متقدمین ومتاخرین کی شان ہے جن کی اقتداء کی جاتی ہے۔(۳۵)

یہ فتح المتعال کا خلاصہ ہے۔محدث مغرب علامہ فاسی ''مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات'' میں لکھتے ہیں۔

پھر مؤلف (دلائل الخیرات) نے اپنے شیخ حضرت تاج الدین الفاکہانی کی موافقت ومتابعت میں اسماے مبارکہ کے بعد روضۂ مبارک اور قبور مقدسہ کی صفت بیان کی ہے، شیخ تاج الدین الفاکہانی نے اپنی کتاب الفجر المنیر میں قبور مقدسہ کی صفت میں ایک باب باندھا ہے۔

اس کے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص روضۂ مقدسہ کی زیارت پر قادر نہ ہو وہ اس کی مثالِ مبارک کی زیارت کرے اور شوق وجذبہ کے ساتھ اس کا دیدار کرے لوگوں نے مثالِ نعل کو نعل مبارک کا قائم مقام بتایا ہے اور اس کی ایسی تعظیم وتکریم کی جیسی اصل نعل مبارک کی جاتی ہے اور اس کی مجرب برکتوں اور خصوصیتوں کا ذکر کیا ہے اور اس کی شان میں بے شمار اشعار کہے ہیں۔(۳۶)

خاتمہ – یارسول اللہ ﷺ میں مضطر ومضطرب ہوں آپ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں اور آپ کے

۳۵۔ فتح المتعال،ص:۳۱۹،دائرۃ المعارف النظامیہ،حیدرآباد۱۳۳۴ھ
۳۶۔ مطالع المسرات بجلاء دلائل الخیرات: ص۱۳۸،مطبع شرقیہ مصر۱۲۹۸ھ

واسطہ سے اپنے رب کی جانب متوجہ ہوتا ہوں آپ میری شفاعت فرمایئے میرے پاس دنیا کا مال نہیں ہے جس کو میں آپ سے مناجات کے وقت پیش کروں میں اس رسالہ کو پیش کرتا ہوں جیسا کہ شیخ شرف الدین البوصیری نے قصیدۂ ہمزیہ کو پیش کیا اور اس قصیدہ کے آخر میں کہا تھا:

وثنائی قدمته بین یدی　　　نجوای اذ لم یکن لدی ثراء

ترجمہ: جب میرے پاس مال وثروت نہیں ہے تو میں اپنی مناجات کے وقت اپنی اسی نعت کو پیش کرتا ہوں۔

اس شعر کی شرح میں علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

علامہ بوصیری نے یہ بات اللہ تعالیٰ کے فرمان **یا ایھا الذین اٰمنوا اذ ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقة.** (اے ایمان والوں جب تم رسول سے کچھ خاص راز کی بات عرض کرو تو اپنی مناجات کے وقت صدقہ پیش کر دیا کرو) کی تعمیل میں عرض کی کیونکہ اس آیت میں حکم وجوبی تھا پھر منسوخ ہو گیا لیکن وجوب کے نسخ سے اس کے استحباب کا منسوخ ہونا لازم نہیں آتا اس لیے حضور ﷺ کی زیارت کا ارادہ رکھنے والے کے لیے مسنون ہے کہ حضور کی زیارت کے وقت صدقہ پیش کرے۔ شعر مذکور کو نظم کرنے والا استحباب کی بقاء کا اعتقاد رکھتا ہے تو انھوں نے عذر پیش کیا کہ ان کے پاس کوئی مال و دولت نہیں جس کو حضور علیہ السلام سے سوال کے وقت پیش کریں تو اپنی نعت کو صدقہ کے طور پر پیش کرتے ہیں جو مال پر دلالت کرتی ہے۔



بسلسلۂ جشنِ زرّیں

مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

۱۔ احقاق حق (فارسی)

سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی　　ترجمہ وتخریج، تحقیق: مولانا اسید الحق قادری

۲۔ عقیدۂ شفاعت کتاب وسنت کی روشنی میں

سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی　　تسہیل وتخریج: مولانا اسید الحق قادری

۳۔ سنت مصافحہ (عربی)

تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر قادری بدایونی　　ترجمہ وتخریج: مولانا اسید الحق قادری

۴۔ الکلام السدید (عربی)

تاج الفحول مولانا عبد القادر قادری بدایونی　　ترجمہ: مولانا اسید الحق قادری

۵۔ طوالع الانوار (تذکرۂ فضل رسول)

مولانا انوار الحق عثمانی بدایونی　　تسہیل وترتیب: مولانا اسید الحق قادری

۶۔ مردے سنتے ہیں

مولانا عبد القیوم شہید قادری بدایونی،　　ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۷۔ مضامین شہید

مولانا عبد القیوم شہید قادری بدایونی　　ترتیب وتخریج: صاحبزادہ مولانا عطیف قادری بدایونی

۸۔ ملت اسلامیہ کا ماضی حال مستقبل

مولانا عبد القیوم شہید قادری بدایونی　　ترتیب وتقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۹۔ عرس کی شرعی حیثیت

مولانا عبد الماجد قادری بدایونی　　ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۰۔ فلاح دارین

مولانا عبد الماجد قادری بدایونی،　　ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۱۔ خطبات صدارت

عاشق الرسول مولانا عبد القدیر قادری بدایونی　　ترتیب وتقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۱۲۔ مثنوی غوثیہ

عاشق الرسول مولانا عبد القدیر قادری بدایونی　　ترتیب وتقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۱۳۔ **عقائد اهل سنت**
مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی — تخریج و تحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۴۔ **دعوت عمل** مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی

۱۵۔ **احکام قبور**
مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی — تخریج و تحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۶۔ **ریاض القرأت**
مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی — ترتیب: قاری شان رضا قادری

۱۷۔ **تذکار محبوب**
(تذکرۂ عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی)
مولانا عبدالرحیم قادری بدایونی

۱۸۔ **مدینے میں** (مجموعۂ کلام) تاجدارِ اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی

۱۹۔ **مولانا فیض احمد بدایونی**
پروفیسر محمد ایوب قادری، — تقدیم و ترتیب: مولانا اسیدالحق قادری

۲۰۔ **قرآن کریم کی سائنسی تفسیر** ایک تنقیدی مطالعہ مولانا اسیدالحق قادری

۲۱۔ **حدیث افتراق امت** تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں مولانا اسیدالحق قادری

۲۲۔ **احادیث قدسیه** — مولانا اسیدالحق قادری

۲۳۔ **تذکرۂ ماجد** — مولانا اسیدالحق قادری

۲۴۔ **عقیدۂ شفاعت** (ہندی) — سیدنا شاہ فضل رسول قادری

۲۵۔ **عقیدۂ شفاعت** (گجراتی) — سیدنا شاہ فضل رسول قادری

۲۶۔ **دعوتِ عمل** (گجراتی) — مولانا عبدالحامد قادری بدایونی

۲۷۔ **احکام قبور** (تمل) — مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی

۲۸۔ **معراجِ تخیل** (ہندی) (مجموعۂ نعت ومناقب)
تاجدارِ اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی

۲۹۔ **مولانا فیض احمد بدایونی اور جنگ آزادی** ۱۸۵۷ء (ہندی)
محمد تنویر خان قادری بدایونی

۳۰۔ **سیرت مصطفیٰ** (ﷺ) **کی جھلکیاں** (ہندی) محمد تنویر خان قادری بدایونی

۳۱۔ **پیغمبرِ اسلام کا مہان ویکنتتو** (ہندی) محمد تنویر خان قادری بدایونی